madaarimedia.com

صوفی ازم اور علم و ادب کا بے باک ترجمان

سہ ماہی

رہبر نور

مکن پور شریف

جمادی الآخر رجب المرجب، شعبان المعظم ۱۴۴۱ھ
فروری، مارچ، اپریل ۲۰۲۰ء

★ صوفی ازم کیا ہے؟ اسلامی معاشرے کو اس کی ضرورت کیوں؟

★ مولائے کائنات حضرت علی مرتضیٰؓ کی ایک عبرتناک وصیت

★ صادق و صابر طیب و طاہر حضرت امام جعفرؓ

★ کچھ سلگتے ہوئے سوال اور ان کے جواب

★ دینائے انسانیت کے لئے ایک سبق آموز پیغام

★ ادب کے جھرو نکے سے

★ سید العلماء حضرت شاہ آلِ مصطفےٰ سید میاں مارہروی علیہ الرحمۃ والرضوان

چیف ایڈیٹر

ابوالمشرب سید مقتدا حسین جعفری دارالنور مکن پور شریف، کانپور (انڈیا)

Www.MadaariMedia.Com

مداریہ کتب خانہ
واٹسپ گروپ

MADAARI MEDIA
The Silsila e Aaliya Madaariya Social Platform

سلسلۂ مداریہ کے بزرگوں کی سیرت و سوانح
سلسلۂ عالیہ مداریہ سے متعلق کتابیں
سلسلۂ مداریہ کے علماء کے مضامین تحریرات
سلسلۂ مداریہ کے شعراء اکرام کے کلام

حاصل کرنے کے لئے اس ویب سائیٹ پر جائیے

www.MadaariMedia.com

@MadaariMedia
@MadaariMedia
@MadaariMedia
@MadaariMedia

Authority : Ghulam Farid Haidari Madaari

Madaarimedia.Com

بفیض روحانی۔ شہنشاہ ولایت سیّد بدیع الدّین احمد قطب المدار مدار العالمین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

بیادگار الحاج ڈاکٹر سیّد مرتضٰی حسین رہبرؔ والحاج سیّدہ نور النہار فاطمہ علیہما الرحمہ والرضوان

جمادی الآخر، رجب المرجب، شعبان المعظم ١٤٤١ھ

مطابق

فروری، مارچ، اپریل ٢٠٢٠ء

سہ ماہی رہبر نور

مکن پور شریف

صوفی ازم اور علم وادب کا بے باک ترجمان

مجلس ادارت

چیف ایڈیٹر۔ ابوالمشرب سیّد مقتدا حسین جعفری

مینیجنگ ایڈیٹر۔ ڈاکٹر اقتدا حسین جعفری عامرؔ

ایڈیٹر۔ مفتی سیّد نثار حسین مداری

جوائنٹ ایڈیٹر۔ مولانا سیّد ازبر علی مداری

سرکلیشن مینیجر۔ سیّد شعیب غازی مداری

وسیّد قمر حسین جعفری

قیمت فی شمارہ -/50

سالانہ -/200

ڈاک خرچ رجسٹر ڈ ڈاک سے بھیجا جائیگا جسکا خرچ الگ سے دینا ہوگا

رسالہ منگوانے کیلئے ان نمبروں پر رابطہ کریں

8737967832

6394344966

مجلس مشاورت

مولانا سیّد انتخاب عالم ارغونی

مفتی ابوالحماد محمد اسرافیل حیدری

مفتی خوشنود خاں مداری بریلی

مفتی شاہد رضا مداری بریلی

مولانا غلام یحییٰ مصباحی بلرام پور

و

مشائخ مکن پور شریف

رسالہ میں شائع ہونے والے مضامین آپ کی معلومات میں اضافہ کریں گے لیکن مضمون نگار کی رائے سے ادارے کا اتفاق رائے ہونا ضروری نہیں ہے

مراسلات وترسیل زر کا پتہ
سہ ماہی رہبر نور
ہیڈ آفس مکن پور شریف کانپور انڈیا

ایڈیٹر، پبلیشر و پرنٹر سیّد مقتدا حسین جعفری نے انشاء پرنٹر 91/4 ہیرامن کا پروا کانپور سے چھپوا کر دفتر رہبر نور مکن پور شریف سے جاری کیا

Evaluable on: www.hayyulmadar.com

اس شمارے میں

نمبر شمار	مضامین	تحریر	صفحہ نمبر
1	اداریہ		3
2	اسلام کی پہلی شیر دل خاتون		5
3	حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم	ارشاد الحق	10
4	تصوف اور سلسلہ مداریہ	مفتی الشاہ غلام یحیٰ	13
5	صادق وصابر طیب وطاہر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام	مولانا سیّد ازبر علی	17
6	تاریخ مکن پور شریف اور تذکرہ مشائخ مداریہ (مسلسل مضمون)	ابوالمشرب سیّد مقتدا حسین جعفری	22
7	حضور قطب المدار گنجینۂ فیوض وبرکات	سیّد سلمان اشرف جائس شریف	26
8	دنیائے انسانیت کیلئے ایک سبق آموز پیغام		29
9	دستور ہند اور ملکی آئین کا معلوماتی خزانہ	ڈاکٹر آئی۔ایچ۔جعفری عامر مکن پوری	33
10	جناب علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک عبرتناک وصیت	از: نہج البلاغہ	38
11	بیسویں صدی کا ایک نایاب اردو شاعر نیاز مکن پوری	ابوالمشرب سیّد مقتدا حسین جعفری	41
12	حضور قطب المدار رضی اللہ عنہ کی ہندوستان آمد اور انکی خدمات	محمد ساحل پرویز اشرفی جامعی	47
13	سیّد العلماء حضرت سیّد شاہ آل مصطفیٰ رحمۃ اللہ علیہ مارہروی	مفتی محمد شاہد رضا خاں مشربی مداری بریلی	51
14	صوفیائے اسلام اور دعوت حق	مولانا محمد شکیل خاں مداری بیرم نگر بریلی	53
15	آداب زندگی اسلامی شعور وآگہی	مفتی سیّد نثار حسین جعفری	57
16	کچھ سلگتے سوال اور ان کے جواب	مفتی محمد اسرافیل حیدری مداری	60
17	نعت سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم	نیاز احمد نیاز مکن پوری	9
18	منقبت شریف درشان قطب المدار	جناب سیّد غلام حسنین تابش مکن پوری	16
19	منقبت شریف درشان قطب المدار	جناب سیّد عظیم الباقی عظیم مکن پوری	16
20	منقبت شریف (یاعلی مدد مولیٰ)	عامر مکن پوری	40
21	غزلیات	سیّد مرتضیٰ حسین رہبر ادیبی	54
22	غزل	تاجدار جہاں ملکہ مکن پوری	59

Madaarimedia.Com

اداریہ

جن قوموں کا ماضی عظیم الشان ہوتا ہے اور جن کی تاریخی روایات عالی شان ہوتی ہیں وہ قومیں بحران میں بھی بہت دنوں تک زندہ رہتی ہیں کیوں کہ ان کا تاریخی شعور محض یہی نہیں کہ انھیں فنا ہونے سے روکتا ہے بلکہ زندہ رہنے کی تلقین بھی کرتا ہے۔ ہم اس لئے زندہ ہیں کہ رب کائنات نے ہمیں زندہ رکھنے کیلئے ایک عظیم الشان ماضی کا وارث بنایا ہے تاریخ کے اوراق ہمارے اسلاف کی اکملیت ، افضلیت ، شجاعت ، علم وفضل اور ان کے مخلصانہ کردار کے بانکپن کے معترف ہیں ۔ بلا شبہ ہم نے دنیا کو ایسی تاریخ ساز ہستیاں دی ہیں جنکی نظیر دنیا کی کسی قوم کے پاس نہیں ہے۔ انھیں ہستیوں کی تبلیغی کاوشوں اور روحانی فیوض وبرکات سے آج اسلام کی بہاریں زندہ ہیں اور چمنستان روحانیت کے حسین پھولوں سے اسلامی تعلیمات کے سرسبز وشاداب باغ مہک رہے ہیں۔

آج دنیا کے مسلمانوں کو جوسب سے بڑی ضرورت درپیش ہے وہ یہ کہ ان کو دین کی ان حقیقتوں سے روشناس کرایا جائے جو اسلام کا حقیقی سرمایہ ہیں اور وہ ہیں اچھے اخلاق مخلصانہ کردار اور دین کی سچی رہنمائی کا جذبہ اور یہ سب کچھ ان بزرگان دین کے آستانوں سے حاصل ہوگا جنھوں نے اپنی زندگیوں کو اسلامی تعلیمات پر قربان کرتے ہوئے اپنے آپ کو آزمائش دین کی بھٹیوں میں جھونک دیا تھا۔

اسی لئے شمالی ہندوستان کی علمی ، دینی ، ادبی اور روحانی مرکزی سرزمین مکن پور شریف کے ارباب علم ودانش نے عالم اسلام کے تمام بزرگوں کی خدمات جلیلہ کو دنیا کے سامنے لانے کا عزم مستحکم کرتے ہوئے یہ جریدہ شائع کرنے کا اعلان کیا ہے۔ جس طرح شہنشاہ ولایت حضرت سیّد بدیع الدّین قطب المدار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انسانیت کی رہنمائی فرماتے ہوئے اتحاد واتفاق کا درس دنیا کو دیا تھا اسی طرح انکی تعلیمات پر عمل کرتے ہوئے ادارہ ''رہبر نور'' تمام روحانی پیشواؤں کی خدمات کو عالم اسلام کے سامنے لانے کی سعی وکوشش میں گامزن اور سرگرم عمل ہے۔ مولائے کریم ادارہ ''رہبر نور'' کی اس

خدمت کو قبول فرمائے اور ہم سب کو صوفیائے کرام اور بزرگان دین کی زندگیوں سے سبق حاصل کرنے کا سلیقہ عطا فرمائے۔ ادارہ رہبر نور ہندوستان کی تمام خانقاہوں کے سجادگان ذوی الاحترام، معظم ومکرم علماء ومشائخ اور علمی ادبی دینی معزز رہنماؤں سے پر خلوص اپیل کرتا ہے کہ اپنے نیک اور مفید مشوروں سے نوازتے رہیں۔ تا کہ ادارہ اپنے مقاصد حقیقی کی منازل طے کرتا رہے۔ اس لئے کہ حالات حاضرہ کی تنگ نظری اور تعصب پسندی دیکھ کر علامہ نیاز مکن پوری کا یہ قطعہ یاد آتا ہے:۔

بدل کے رکھ دیں تعصب نے وقت کی قدریں   نیا نیا ہے زمانہ نئے نئے ہیں چلن
جو ہاتھ فرض سمجھتے تھے چاک دامانی   وہ ہاتھ آج محبت کا سی رہے ہیں کفن

محتاج دعا ابوالمشرب سیّد مقتدا حسین جعفری

ایک حیرت انگیز اور عبرت ناک کہانی

اسلام کی پہلی شیر دل مسلمان خاتون

غزوۂ احزاب ۵ھ میں سارے عرب کے مشرکین اور یہود نے متحد ہو کر مرکز اسلام پر یلغار کر دی تھی اور خاص کر مدینہ منورہ کے اندر یہود بنو قریظہ غداری کر کے اہل حق کی جانوں کے لاگو ہو گئے تھے۔ مسلمانوں کے لئے یہ بہت بڑی آزمائش تھی، لیکن آفریں، اللہ کے ان پاکباز بندوں پر کہ کیا مجال ایک لمحہ کے لئے ان کے پائے استقامت میں لغزش آئی ہو۔ انہوں نے تو اپنی جانیں اور مال راہِ حق میں بیچ کر دیئے تھے اور زندگی کی آخری سانس تک کفر وشرک کے طوفانوں سے ٹکرانے کا تہیہ کر رکھا تھا۔ تاہم عورتوں اور بچوں کو گھر کے دشمنوں، یہود بنو قریظہ کی دست درازی اور شر سے بچانا ضروری تھا۔ چنانچہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام مسلمان خواتین اور بچوں کو بنظر احتیاط انصار کے ایک قلعہ فارع یا اطم میں منتقل کر دیا۔ اور حضرت حسان بن ثابتؓ (شاعر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کو ان کی نگرانی پر مامور فرما دیا۔ قلعہ اگرچہ خاصا مضبوط تھا، لیکن پھر بھی یہ انتظام خطرے سے یکسر خالی نہ تھا۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے تمام جاں نثاروں کے ہمراہ جہاد میں مشغول تھے اور بنو قریظہ کے محلے اور اس قلعے کے درمیان کوئی فوجی دستہ موجود نہ تھا۔ انہی پُر آشوب ایام میں ایک دن ایک یہودی اس طرف آنکلا اور قلعے میں موجود لوگوں کی سُن گُن لینے لگا۔ حسن اتفاق سے ایک بوڑھی لیکن صحت مند خاتون نے اس یہودی کو دیکھ لیا، وہ اپنی خداداد فراست سے سمجھ گئیں کہ یہ شخص جاسوس ہے، اگر اس نے بنو قریظہ کے شریر النفس لوگوں کو جا کر بتا دیا کہ قلعے میں صرف عورتیں اور بچے ہیں تو ہو سکتا ہے وہ میدان خالی دیکھ کر قلعے پر حملہ کر دیں۔ چنانچہ انہوں نے نگرانِ قلعہ حضرت حسان رضی اللہ عنہ سے کہا کہ باہر نکل کر اس یہودی کو قتل کر دیں۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے عذر کیا۔ اس کا سبب اہلِ سیر کے نزدیک ان کی جسمانی یا قلبی کمزوری تھی جو کسی مرض میں مبتلا رہنے کی وجہ سے پیدا ہو گئی تھی۔ بعض روایتوں میں ہے کہ انہوں نے اس موقع پر یہ جواب دیا۔

"میں اس یہودی سے لڑنے کے قابل ہوتا تو اس وقت رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہوتا۔"

وہ خاتون حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا جواب سُن کر فوراً اٹھیں، خیمے کی ایک چوب اکھاڑی قلعے سے باہر آئیں اور اس یہودی کے سر پر اس زور سے ماری کہ وہ وہیں ڈھیر ہو گیا۔ حافظ ابن حجرؒ نے "اصابہ" میں لکھا ہے کہ یہودی کو قتل کرنے کے بعد انہوں نے حضرت حسانؓ سے کہا، جا کر اس کا سر کاٹ لاؤ، انہوں نے اس میں بھی عذر کیا تو بہادر خاتون نے خود ہی اس کا سر کاٹ کر قلعہ سے نیچے پھینک دیا۔ یہودی بنی قریظہ کو کٹا ہوا سر دیکھ کر یقین ہو گیا کہ قلعہ کے اندر بھی مسلمانوں کی فوج موجود ہے۔ چنانچہ انہیں قلعے پر حملے کرنے کی ہمت نہ پڑی۔ علامہ ابن اثیر جزریؒ کا بیان ہے کہ پھر اس خاتون نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ سے کہا۔ "اب جا کر مقتول یہودی کا سامان اتار لو۔" وہ بولے "مجھے اس کی خواہش نہیں"۔ ابن اثیرؒ کہتے ہیں کہ یہ پہلی بہادری تھی جو ایک مسلمان عورت سے ظاہر ہوئی۔ چنانچہ سردار اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مالِ غنیمت میں سے حصہ عطا فرمایا۔

یہ شیر دل خاتون جن کی شجاعت اور بے خوفی نے ایک بڑا خطرہ ٹال دیا اور تمام مسلمان عورتوں اور بچوں کو یہودیوں کے دستِ ستم سے بچا لیا۔ بنو ہاشم کی چشم وچراغ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی حضرت صفیہؓ بنت عبدالمطلب تھیں۔

حضرت صفیہؓ بنت عبدالمطلب کا شمار بڑی جلیل القدر صحابیات میں ہوتا ہے۔ وہ ہالہ بنت وہیب (یا اہیب) ابن عبد مناف بن زہر بن کلاب بن مرہ کے بطن سے تھیں، جو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ آمنہ بنت وہب بن عبد مناف کی چچازاد بہن تھیں۔ اس رشتے سے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خالہ زادہ بہن بھی ہوتی تھیں۔ شیر خدا حضرت حمزہؓ شہید اُحد ان کے حقیقی بھائی تھے۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد عبداللہ، عبدالمطلب کی

ایک دوسری بیوی فاطمہ بنت عمرو کے بطن سے تھے، اس رشتے سے حضرت صفیہؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی تھیں، اس لئے انہیں عمۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کہا جاتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری پھوپھیوں، ام حکیم بیضاء، امیمہ، عاتکہ، برہ اور اروٰی کے اسلام کے بارے میں اہل سیر میں اختلاف ہے، لیکن حضرت صفیہؓ کے اسلام پر سب کا اتفاق ہے۔ ابن اثیرؒ نے ''اُسدُ الغابہ'' میں لکھا ہے "والصحیح انه لم یسلم غیرها. صحیح یہ ہے کہ ان کے سوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی پھوپھی نے اسلام قبول نہیں کیا۔

اگرچہ ابن سعدؒ اور حافظ ابن قیمؒ نے عاتکہ اور اروٰی کو بھی اسلام لانے والی خواتین میں شامل کیا ہے، لیکن حضرت صفیہؓ کا یہ شرف پھر بھی باقی رہتا ہے کہ وہ دعوتِ حق کے آغاز ہی میں سعادت اندوزِ ایمان ہو گئیں اور سابقون الاولون کی اس مقدس جماعت میں شمار ہوئیں جس کو اللہ تعالیٰ نے کھلے لفظوں میں جنت کی بشارت دی ہے۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی ولادت کے زمانے میں بہت تھوڑا فرق ہے۔ اس لئے وہ قریب قریب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہم سن تھیں۔

حضرت صفیہؓ کا پہلا نکاح حارث ابن حرب اُموی سے ہوا، جس سے ایک لڑکا پیدا ہوا۔ اس کے انتقال کے بعد عوام بن خویلد قرشی الاسدی کے عقد نکاح میں آئیں جو ام المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کے بھائی تھے۔ حواری رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زبیرؓ انہی عوام سے پیدا ہوئے۔ حضرت زبیرؓ ابھی کمسن ہی تھے کہ سایۂ پدری سے محروم ہو گئے۔ اس وقت حضرت صفیہؓ بالکل جوان تھیں۔ لیکن اس کے بعد انہوں نے ساری زندگی بیوگی کے عالم میں کاٹ دی۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اور لوگوں کو حق کی طرف بلانا شروع کیا تو حضرت صفیہؓ نے بلا تامل اسلام قبول کر لیا۔ ان کے ساتھ ہی ان کے سولہ سالہ فرزند حضرت زبیرؓ بھی حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔

حضرت صفیہؓ نے زبیرؓ کی تربیت نہایت عمدہ طریق سے کی، ان کی خواہش تھی کہ ان کا فرزند بڑا ہو کر ایک نڈر اور بہادر سپاہی بنے۔ چنانچہ وہ حضرت زبیرؓ سے سخت محنت ومشقت کا کام لیتیں اور وقتاً فوقتاً زجر وتوبیخ اور زدوکوب سے بھی گریز نہ کرتیں۔ حضرت زبیرؓ کے چچا نوفل بن خویلد ایک دن بھتیجے کو ماں کے ہاتھوں پٹتے دیکھ کر بے تاب ہو گئے اور حضرت صفیہؓ کو سختی سے ڈانٹا کہ اس طرح تو تم بچے کو مار ڈالو گی۔ نوفل نے بنو ہاشم اور اپنے قبیلے کے بعض دوسرے لوگوں سے بھی کہا کہ وہ صفیہؓ کو بچے پر سختی کرنے سے روکیں۔ جب ان کی سخت گیری کا چرچا عام ہوا تو ان کے سامنے یہ رجز پڑھا۔

مَنْ قَالَ إِنِّي أُبْغِضُهُ فَقَدْ كَذَبْ

إِنَّمَا أَضْرِبُهُ لِكَيْ يَلَبْ

جس نے یہ کہا کہ میں اس (زبیرؓ) سے بغض رکھتی ہوں اس نے غلط کہا، میں اس کو اس لئے پیٹتی ہوں کہ عقل مند ہو۔''

وَيَهْزِمَ الْجَيْشَ وَيَأْتِيَ بِالسَّلَبْ

''اور فوج کو شکست دے اور مال غنیمت حاصل کرے۔''

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے ''اصابہ'' میں لکھا ہے کہ حضرت زبیرؓ کو لڑکپن میں ایک جوان اور قوی آدمی سے مقابلہ پیش آ گیا۔ انہوں نے ایسی ضرب لگائی کہ اس کا ہاتھ ٹوٹ گیا۔ لوگوں نے حضرت صفیہؓ سے شکایت کی تو انہوں نے معذرت کرنے کے بجائے لوگوں سے سوال کیا ''تم نے زبیرؓ کو کیسا پایا بہادر یا بزدل؟''

غرض ماں کی تربیت کا یہ اثر ہوا کہ حضرت زبیرؓ بڑے ہو کر ایک دلاور صف شکن اور ضیغم شجاعت بنے۔ مبدأ فیض نے حضرت زبیرؓ کو یوں بھی فطرت سعید سے نوازا تھا، ماں کی تربیت نے ان کی خوبیوں کو اور بھی چمکا دیا اور ان کے دل میں اسلام اور داعیٔ اسلام کی محبت کوٹ کوٹ کر بھر دی۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت زبیرؓ یک والہانہ شیفتگی کا عجیب عالم تھا۔ بعثت کے ابتدائی زمانے میں ایک دن جب یہ افواہ سنی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نصیب دشمنان مشرکین نے گرفتار کر لیا ہے یا شہید کر دیا ہے تو ایسے بے قرار ہوئے کہ آؤ دیکھا نہ تاؤ تلوار سونت کر برق رفتاری سے آستانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر پہنچے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وہاں بخیریت موجود پایا تو جان میں جان آئی۔ اور چہرہ فرط بشاشت سے گلنار ہو گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی شمشیر برہنہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا۔ زبیرؓ یہ کیا ہے؟

عرض کیا: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر قربان میں نے سنا تھا آپ کو دشمنوں نے گرفتار کر لیا ہے یا شاید آپ شہید کر دیئے گئے ہیں۔'' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکراتے ہوئے فرمایا اگر واقعی ایسا ہو جاتا تو تم کیا کرتے؟'' حضرت زبیرؓ نے بے ساختہ عرض کیا۔ ''یارسول اللہ خدا کی قسم میں اہل مکہ سے لڑ مرتا۔''

۵ھ بعثت میں حضرت صفیہؓ کو اپنے محبوب لخت جگر کی عارضی جدائی کا صدمہ سہنا

پڑا، قبول اسلام کے بعد دوسرے مسلمانوں کی طرح زبیرؓ بھی کفار کے جور وستم کا ہدف بن گئے تھے، بالخصوص ان کا چچا نوفل بن خویلد ان پر بڑا ظلم وستم ڈھاتا تھا۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایما پر پندرہ بلاکشانِ اسلام کا ایک قافلہ رجب ۵ھ میں حبش کی طرف ہجرت کر گیا، اس میں حضرت زبیرؓ بھی شامل تھے۔ ماں پر ان کی جدائی سخت شاق تھی، لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایما اور بیٹے کی سلامتی کے خیال سے انہوں نے بڑے صبر اور حوصلے کے ساتھ فرزند عزیز کو کالے کوسوں دور روانہ کر دیا۔ ان مہاجرین راہ حق کو حبش میں ابھی تین ہی مہینے گزرے تھے کہ انہوں نے ایک دل خوش کن خبر سنی۔ یہ کہ مشرکین مکہ نے اسلام قبول کر لیا ہے یا (ایک دوسری روایت کے مطابق) یہ کہ رسول

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور کفار کے درمیان مصالحت ہوگئی ہے۔ چنانچہ شوال ۵ھ بعد بعثت میں سب (یا ان میں سے اکثر) مہاجرین مکے واپس آگئے۔ ان میں حضرت زبیرؓ بھی تھے۔ جب وہ مکہ کے قریب پہنچے تو معلوم ہوا کہ یہ خبر بالکل غلط تھی، چنانچہ واپس آنے والے سبھی حضرات قریش کے کسی نہ کسی سردار کی پناہ حاصل کر کے مکہ میں داخل ہوئے۔ علامہ بلاذری کا بیان ہے کہ حضرت زبیر ابن العوام نے زمعہ بن الاسود کی پناہ حاصل کی۔ حضرت صفیہؓ اپنے لخت جگر سے مل کر بہت خوش ہوئیں اور ان کے یوں اچانک بخیریت واپس آجانے پر سجدۂ شکر بجالائیں۔ مکہ میں کچھ عرصہ قیام کے بعد حضرت زبیرؓ نے تجارت کا شغل اختیار کر لیا اور تجارتی قافلوں کے ساتھ شام آنے جانے لگے۔ اسی زمانے میں حضرت زبیرؓ کی شادی حضرت اسمٰؓ بنت ابوبکر صدیقؓ سے کر دی یوں وہ صدیق اکبرؓ کی سمدھن بن گئیں۔

ارباب سیر نے لکھا ہے کہ حضرت صفیہؓ نے اپنے فرزند حضرت زبیرؓ کے ساتھ مدینہ منورہ کو ہجرت کی۔ مختلف روایات سے معلوم ہوتا ہے، جس وقت رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم ارض مکہ کو الوداع کہہ کر عازم مدینہ ہوئے، تو حضرت زبیرؓ تجارت کے لئے شام گئے ہوئے تھے۔ جب وہ شام سے مکہ واپس آرہے تھے تو راستے میں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیقؓ سے ملاقات ہوئی جو مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے جا رہے تھے۔ حضرت زبیرؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیقؓ (اپنے خسر) کی خدمت میں چند سفید کپڑے تحفۃً پیش کئے اور وہی یہی سفید کپڑے زیب تن فرما کر مدینہ میں داخل ہوئے۔ صحیح بخاری میں حضرت عروہ بن زبیرؓ سے روایت ہے۔

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، زبیرؓ سے ملے جو تاجر مسلمانوں کے ایک قافلے کے ساتھ شام سے پلٹ رہے تھے، زبیرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکرؓ کو سفید کپڑے پہنائے"۔ (بخاری کتاب المناقب باب ہجرۃ النبیؐ)

مکے واپس آنے کے تھوڑے ہی عرصہ بعد حضرت زبیرؓ نے اپنی والدہ حضرت صفیہؓ اور اہلیہ حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیقؓ کے ہمراہ مدینہ کی طرف ہجرت کی اور کچھ مدت قباء میں قیام پذیر رہے۔ وہیں ۱ھ میں (اور ایک دوسری روایت کے مطابق ۲ھ میں) حضرت اسماء کے بطن سے حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ پیدا ہوئے حضرت صفیہؓ کے اس پوتے کی ولادت تاریخ اسلام میں بڑی اہمیت کی حامل ہے۔ اس لئے کہ ان کی ولادت سے پہلے کئی ماہ کسی مہاجر کے ہاں اولاد نہیں ہوئی تھی اور یہود مدینہ نے مشہور کر دیا تھا کہ ہم نے مسلمانوں پر جادو کر دیا ہے اور ان کا سلسلۂ نسل منقطع کر دیا ہے۔ حضرت عبداللہؓ پیدا ہوئے تو مسلمانوں کو بے حد مسرت ہوئی اور انہوں نے جوش انبساط میں اس زور سے نعرہ ہائے تکبیر بلند کئے کہ دشت وجبل گونج اٹھے۔ مدینہ منورہ میں حضرت صفیہؓ، حضرت زبیرؓ کے ساتھ ہی رہتی تھیں اور وہ ان کی دل وجان سے خدمت کرتے تھے۔

غزوۂ احد ۳ھ میں جب ایک اتفاقی غلطی سے جنگ کا پانسہ پلٹ گیا اور مسلمانوں میں انتشار پھیل گیا تو حضرت صفیہؓ ہاتھ میں نیزہ لئے مدینہ سے نکلیں۔ جو لوگ میدان جنگ سے منہ موڑ کر مدینہ کی طرف آرہے تھے ان کو شرم اور غیرت دلاتی تھیں اور نہایت غصے سے فرماتی تھیں۔

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر چل دیئے؟"

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہؓ کو میدانِ جنگ کی طرف آتے دیکھا تو ان کے ثابت قدم فرزند حضرت زبیرؓ کو پاس بلا کر ارشاد فرمایا۔

"صفیہؓ اپنے بھائی حمزہؓ کی لاش نہ دیکھنے پائیں"۔

حضرت حمزہؓ مردانہ وار لڑتے ہوئے جبیر بن مطعم کے غلام وحشی بن حرب کے برچھے سے شہید ہوگئے تھے۔ ہند بنت عتبہ نے اپنے باپ عتبہ (مقتول بدر) کے جوش انتقام میں ان کی نعش کا مثلہ کیا تھا (یعنی ناک

اور کان کاٹ ڈالے تھے) بلکہ اس سے بھی بڑھ کر سید الشہداءؓ کا پیٹ چاک کر کے ان کا کلیجہ نکال کر چبا ڈالا تھا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نہیں چاہتے تھے کہ صفیہؓ اپنے محبوب اور شجاع بھائی کی لاش کو اس حالت میں دیکھیں حضرت زبیرؓ نے اپنی ماں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے مطلع کیا تو وہ اس کا سبب سمجھ گئیں، بولیں "مجھے معلوم ہو چکا ہے کہ میرے بھائی کی لاش بگاڑی گئی ہے۔ خدا کی قسم مجھے یہ پسند نہیں، لیکن میں صبر کروں گی اور انشاء اللہ ضبط سے کام لوں گی۔"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت صفیہؓ کے جواب سے آگاہ ہوئے تو آپ نے انہیں شہید راہ حق حضرت حمزہؓ کی لاش دیکھنے کی اجازت دے دی۔ وہ بادیدۂ پرنم لاش پر آئیں اور اپنے محبوب بھائی کے جسم کے ٹکڑے بکھرے دیکھ کر ایک آہ سرد کھینچی اور انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھ کر خاموش ہو گئیں، پھر ان کے لئے دعائے مغفرت مانگی اور ان کی تدفین کے لئے دو چادریں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر کے واپس مدینہ چلی گئیں۔

حافظ ابن حجرؒ نے "اصابہ" میں بیان کیا ہے کہ حضرت صفیہؓ نے حضرت حمزہؓ کی شہادت پر ایک پر درد مرثیہ کہا جس کے ایک شعر میں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو یوں مخاطب کیا۔

اِنَّ یوماً اتی علیک لیوم!
کُوِّرت شمسہ وکان مضیئا!

ترجمہ: "آج آپ پر وہ دن آیا ہے کہ آفتاب سیاہ ہو گیا ہے۔ حالانکہ اس سے پہلے وہ روشن تھا۔"

ایک روایت میں ہے کہ حضرت صفیہؓ محبوب بھائی کے لئے دعائے مغفرت مانگ کر اپنے آنسو ضبط نہ کر سکیں اور بے اختیار رونے لگیں، سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں روتے دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی سیل اشک رواں ہو گیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہؓ کو صبر کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا:

"مجھے جبریل امین نے خبر دی ہے کہ عرش معلّیٰ پر حمزہؓ بن عبدالمطلب کو اسد اللہ واسد الرسول (اللہ کا شیر اور رسول کا شیر) لکھا گیا ہے۔"

غزوۂ احزاب ۵ھ میں حضرت صفیہؓ نے جس بے مثال شجاعت اور بے خوفی کا مظاہرہ کیا اس کا ذکر اوپر آ چکا ہے۔ اس وقت ان کی عمر اٹھاون برس کے لگ بھگ تھی۔

ارباب سیر نے لکھا ہے کہ حضرت صفیہؓ نہایت زیرک، دوراندیش، شجاع اور صابر خاتون تھیں اور تمام عرب میں اپنے حسب و نسب اور قول و فعل کے اعتبار سے امتیازی درجہ رکھتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے ملکۂ شاعری بھی عطا کیا تھا۔ سیرت کی بعض کتابوں میں ان کے کہے ہوئے چند مرثیے ملتے ہیں جن کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کلام میں نہایت فصاحت و بلاغت تھی۔ اپنے والد عبدالمطلب کی وفات پر انہوں نے جو مرثیہ کہا اس کے چند اشعار یہ ہیں:

ترجمہ: "رات کو ایک نوحہ کرنے والی کی آواز نے مجھے رلا دیا۔ وہ ایک مرد کریم پر نوحہ کناں تھی۔

اور اس حال میں میرے آنسو موتیوں کی طرح میرے گالوں پر بہنے لگے۔ افسوس ہے کہ اس مرد کریم کی موت پر۔

جو بے ہودہ نہ تھا اور اس کی بزرگی کا چرچا دور، دور تک تھا۔

وہ عالی نسب، صاحب جود وسخا کی وجہ سے دوام ہوتا (لیکن دوام کی کوئی صورت نہیں)

تو وہ مرد کریم اپنی قدیم شرافت اور فضیلت کی بنا پر بہت زمانے تک زندہ رہتا۔"

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت صفیہؓ کے بھتیجے، خالہ زاد بھائی اور شوہر کے بہنوئی تھے۔ بچپن میں انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک ہی گھر میں پرورش پائی تھی۔ اس لئے انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے غیر معمولی محبت تھی۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ان سے بڑا تعلق خاطر تھا اور آپ ان کے فرزند حضرت زبیرؓ کو اکثر "ابن صفیہؓ" کہہ کر پکارا کرتے تھے۔ ۱۱ھ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رحلت فرمائی تو حضرت صفیہؓ پر کوہ الم ٹوٹ پڑا۔ اس موقع پر انہوں نے جو دردناک مرثیہ کہا، اس کے چند اشعار یہ ہیں۔

ترجمہ: "یارسول اللہ آپ ہماری امید تھے۔
آپ ہمارے محسن تھے، ظالم نہ تھے۔
آپ رحیم تھے، ہدایت کرنے والے اور تعلیم
دینے والے تھے۔ آج ہر رونے والے کو
آپ پر رونا چاہیے۔
رسول اللہ پر میری ماں، خالہ، چچا اور ماموں
قربان ہوں۔ پھر میں خود اور میرا مال بھی۔
کاش اللہ ہمارے آقا کو ہمارے درمیان
رکھتا، تو ہم کیسے خوش قسمت تھے۔
لیکن حکم الٰہی اٹل ہے۔
آپ پر اللہ کا سلام ہو اور آپ جنات عدن
میں داخل ہوں۔"

ایک اور مرثیہ کا مطلع ہے ؎
اے آنکھ رسول اللہ کی وفات پر خوب آنسو بہا۔

حضرت صفیہؓ نے حضرت عمر فاروقؓ کے عہد خلافت میں وفات پائی۔
اُس وقت ان کی عمر ۷۳ برس کی تھی۔ آخری آرام گاہ قبرستان بقیع میں ہے۔

★★★

خبر ہے لیں تمہیں عاشقی کی اے مولیٰ
گناہ گار کو سنتے ہیں قبر کستی ہے

نعت پاک

جناب نیاز احمد نیازؔ مکن پوری

جلوہ حسن لم یزل دیدہ و دل پہ چھا گیا
نام رسول پاک جب اپنی زباں پہ آ گیا

پیدا ہو غریب جو فاقوں میں جو بڑھا پلا
ہمت فاقہ کش کو وہ طور شہی سکھا گیا

فاقے کی ایسی آنچ دی اڑ گئی زر کی چاندنی
ظلمت نسل و رنگ پر نور عمل کا چھا گیا

دار وئے ہوش عجز سے کر کے علاج خودسری
دہر مریض نفس کو روبہٓ شفا بنا گیا

سمجھے تو سمجھے کیا کوئی اس کی بھی تاب رہروی
جس کا قدم اک آن میں تا حد منتہی گیا

پستی دل کو بخش کے صدق و صفا کی رفعتیں
ذرۂ زیر پا کو بھی عرش رسا بنا گیا

مدح رسول پاک نے بخش دی دولت سکوں
قلب نیازؔ مبتلا غم سے نجات پا گیا

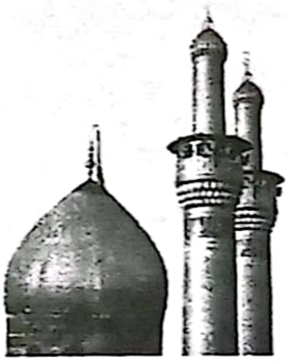

معرفتِ الٰہی کا روشن آفتاب

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم

ارشادالحق

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ذات بابرکات مسلمانوں کے لئے خصوصاً اور عام عالم انسانیت کے لئے عموماً معرفت الٰہی علم دین اور نیک اعمال کا ایک قابل عمل عظیم نمونہ رہی ہے۔جتنی منقبتیں آپ رضی اللہ عنہ کی شان میں شاعروں نے لکھی ہیں،شاید ہی اتنی منقبتیں کسی دوسرے کی تعریف میں کہی گئی ہوں۔آپ رضی اللہ عنہ کی ذات والا صفات معرفت الٰہی کا سرچشمہ اور اشاعت دین کا منبع رہی ہے،تصوف اور طریقت کے زیادہ تر سلسلے آپ ہی پر ختم ہوتے ہیں،اس طرح دنیا کی عظیم آبادی کو ہر دور میں آپ رضی اللہ عنہ سے فیضان حاصل ہوتا رہا۔آپ رضی اللہ عنہ کی زندگی سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل آئینہ رہی ہے،کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ کم سنی ہی سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے،اس لئے آپ رضی اللہ عنہ کی زندگی بچپن ہی سے پاک بازی اور تقویٰ کا مکمل آئینہ تھی۔آپ رضی اللہ عنہ کا لڑکپن نبوت کی آغوش میں پروان چڑھا اسی لئے آپ رضی اللہ عنہ کی زندگی کا ایک ایک جزو اسلامی رنگ میں رنگا ہوا تھا ایک بار آپ رضی اللہ عنہ نے خود فرمایا" کہ میں ہدایت کے متعلق بتا سکتا ہوں کہ وہ کب نازل ہوئی اور اس کے نزول کا کیا پس منظر تھا اور اس کے حقیقی معنی کیا ہیں"،جس شخص کو احکام الٰہی کا اتنا تفصیلی علم ہوا اور اس نے ان تعلیمات پر پوری پوری طرح عمل بھی کیا ہو،اس کی عظمتوں کا اندازہ کیسے کیا جا سکتا ہے۔چنانچہ خود حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کی علمی بصیرت اور معرفت کے بارے میں فرمایا"میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں"۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے جو ذاتی لگاؤ اور قلبی محبت تھی اس کا اظہار حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بارہا کیا، جنہیں علمائے احادیث نے ہم تک پہنچانے کی سعادت حاصل ہے۔
حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو جنگ تبوک میں جانے سے روک دیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، یارسول اللہ مجھے بچوں اور خواتین میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نگراں بنا کر خود تشریف لے جا رہے ہیں"۔اس پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" اے علی میں تم کو اس طرح چھوڑ کر جنگ تبوک میں جا رہا ہوں، جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے بھائی ہارون کو چھوڑ گئے تھے،فرق صرف اتنا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔"
مسلم نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی زبانی اس حدیث کو نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" میں جس کا مولیٰ ہوں علیؓ بھی اس کے مولیٰ ہیں۔اے اللہ جو شخص علیؓ سے محبت کرتا ہے تو بھی اس سے راضی رہ اور علیؓ کے دشمنوں سے محبت نہ کر۔" ترمذی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی زبانی لکھا ہے کہ مدینے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلامی اخوت اور برادری قائم کی تو حضرت علیؓ نے بارگاہ رسالت میں روتے ہوئے کہا۔یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے تمام صحابہ میں مساوات اور برادری قائم فرمادی۔لیکن میرا کسی سے بھائی چارہ کا رشتہ نہیں جوڑا تو ارشاد ہوا۔اے علیؓ دنیا اور آخرت میں تم

میرے بھائی ہو۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے۔" آپ نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس نے درختوں کے پھل پیدا کئے اور جان دی مجھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے علیؓ مسلمان تم سے والہانہ محبت رکھینگے اور منافق عداوت رکھیں گے"۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو ذات نبوی سے جو والہانہ عقیدت اور محبت تھی اس کا ذکر تفصیل کے ساتھ احادیث کی کتابوں میں ملتا ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ اسلام اور اشاعت دین کے لئے جب بنو ہاشم کو جمع کیا اور ان کے سامنے اسلام کی دعوت پیش کی تو سب کے سب بغیر کچھ کہے واپس ہو گئے۔ صرف حضرت علی کرم اللہ وجہہ وہاں موجود رہے اور آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باوجود اس کے کہ میرے ہاتھ پاؤں کمزور ہیں، میری عمر کم ہے، لیکن میں اس بات کا اعلان کرتا ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نبی برحق ہیں اور میں زندگی کی آخری سانس تک آپ کے حکم کی تعمیل کرتا رہوں گا۔" رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مکہ سے مدینہ ہجرت فرمائی تو اس وقت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے دولت خانے کو مشرکین اپنے گھیرے میں لئے ہوئے تھے، جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کے ارادے سے وہاں جمع ہوئے تھے۔ ایسے خطرناک موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو حکم دیا۔ تم مکے میں کچھ عرصہ قیام کر کے لوگوں کی امانتیں جو ہمارے پاس محفوظ ہیں ان تک پہنچا دینا اور اس کے بعد ہمارے پاس چلے آنا، حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر آپ کی چادر اوڑھ کر لیٹ گئے اور دشمن اسی دھوکے میں رہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں موجود ہیں۔ صبح کے وقت جب ان پر حقیقت واضح ہوئی تو وہ بہت برہم ہوئے، ایسے نازک وقت میں اپنی زندگی کو خطرے میں ڈالنا عشق نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک مثال تھی۔ جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے پیش فرمائی۔

آپ جنگ تبوک کے علاوہ تمام لڑائیوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے اور صحابہؓ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے داد شجاعت حاصل کرتے رہے۔ جنگ احد میں آپ رضی اللہ عنہ کے سولہ زخم آئے اکثر جنگوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کو اسلامی پرچم دیکر علمبردار بنایا، جنگ خیبر میں آپ رضی اللہ عنہ کو پرچم اسلام عنایت فرماتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔" انشاء اللہ خیبر ان کے ہاتھوں فتح ہوگا، چنانچہ ایسا ہی ہوا، ابن اسحٰق کی روایت ہے کہ آپ نے قلعہ خیبر کے دروازے کو اٹھا کر ڈھال بنالیا تھا، فتح کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے وہ پھاٹک اپنے ہاتھ سے پھینک دیا، جسے آٹھ آدمی مل کر بھی نہیں اٹھا سکتے تھے، شجاعت، بہادری اور دلیری کا ایک طرف یہ عالم تھا تو دوسری طرف حلم و بردباری میں آپ رضی اللہ عنہ یکتائے زمانہ تھے۔ چنانچہ ایک بار ایک بہت بڑے پہلوان کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کشتی میں پچھاڑ دیا اور قریب تھا کہ آپ رضی اللہ عنہ اس کا کام تمام کر دیتے، اس نے آپ رضی اللہ عنہ کے منھ پر تھوک دیا حضرت علی رضی اللہ عنہ فوراً ہی ہٹ گئے اور اسے چھوڑ دیا۔ لوگوں نے سبب دریافت کیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس پہلوان نے تھوکا تو مجھے غصہ آ گیا تھا اور اپنے ذاتی جذبۂ اشتعال کے زیر اثر میں اسے قتل کرنا مناسب نہ سمجھتا تھا کیونکہ میں نے اس سے مقابلہ خالصتاً اللہ کی عظمت کو قائم کرنے کیلئے کیا تھا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ قرآن فہمی میں بہت بلند درجہ رکھتے تھے، ان کی حکمت اور علمی بصیرت میں کوئی ان کا مدمقابل نہ تھا، اتنا ہی عظیم مرتبہ انہیں قرآنی آیات میں بھی حاصل تھا۔ اپنے سے پہلے خلفاء کے عہد میں آپ قضا کے عہدے پر فائز رہے اس

حیثیت سے آپ رضی اللہ عنہ جو فیصلے کئے وہ آپ کے اسلامی شریعت کی عمیق آگاہی کے آئینہ دار ہیں، ابن ابی شیبہ نے لکھا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس ایک بار ایک ملزم کے دو گواہ آئے اور کہا کہ اس نے چوری کی ہے، آپ نے اس مقدمہ کی دریافت کے سلسلے میں لوگوں کے عیوب اور احوال سننا شروع کئے اور جھوٹے گواہوں کی بابت فرمایا کہ ہمارے پاس جھوٹے گواہ پیش ہوئے تو ہم ان کو سخت سے سخت سزا دیں گے، آپ رضی اللہ عنہ نے اس مقدمے کی مزید سماعت آئندہ کیلئے ملتوی کر دی اور جب ان دونوں گواہوں کو طلب فرمایا تو وہ لاپتہ تھے، آپ نے اس ملزم کو بری کر دیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں قضاء یعنی انصاف وعدالت کے محکمے کو بڑی خوبی سے منظم فرمایا مقدمات کی سماعت گواہوں کی شہادت اور فیصلوں کے اصول متعین کئے اور تمام شہروں کے قاضیوں کو یہ طریقہ کار تحریری طور پر روانہ کیا اور ہمیشہ اس بات پر نظر رکھی کہ آیا مقدمات کا فیصلہ عدل وانصاف کے ساتھ ہو رہا ہے یا نہیں، یہاں تک کہ جب ایک مرتبہ آپ خود ایک فریق کی حیثیت سے عدالت میں حاضر ہوئے تو عدالت کے قوانین کا احترام فرمایا، اس مقدمہ کی مختصر روداد یہ ہے کہ جنگ صفین میں جاتے وقت آپ کی زرہ گم ہو گئی تھی، واپس آنے پر آپ رضی اللہ عنہ نے اس زرہ کو ایک یہودی کے پاس پایا، اور فرمایا کہ زرہ ہماری ہے۔ یہودی نے جواب دیا کہ زرہ میری ہے اور ثبوت یہ ہے کہ یہ میرے قبضے میں ہے، دونوں قاضی شریح کی عدالت میں پہنچے فریقین کا دعویٰ سن کر قاضی شریح نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ رضی اللہ عنہ کے پاس اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ یہ زرہ آپ کی ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ قنبر رضی اللہ عنہ اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ میرے گواہ ہیں یہ سن کر قاضی شریح نے کہا کہ بیٹے کی گواہی باپ کے لئے ناقابل قبول اور ناجائز ہے، یہودی نے امیر المؤمنین اور ان کے ماتحت قاضی کو اس طرح گفتگو کرتے دیکھا تو وہ بے حد متاثر ہوا اور اسلام لے آیا، اور قاضی سے کہا کہ امیر المؤمنین صحیح فرمار ہے ہیں یہ زرہ ان ہی کی ہے۔

فقہ اور اجتہاد کے لئے کتاب وسنت کے علم کے ساتھ سرعت فہم وقضیہ نجی اور ذہانت کی بڑی ضرورت ہے اور حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کو یہ کمالات خداداد حاصل تھے، مشکل سے مشکل اور پیچیدہ سے پیچیدہ مسائل کی تہ تک آپ کی نکتہ رس نگاہ آسانی سے پہنچ جاتی تھی۔ شاہ ولی اللہ صاحب نے "ازالۃ الخفا" میں آپ کی طباعی اور ذہانت کے بہت سے واقعات نقل کئے ہیں مثلاً ایک واقعہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک مجنون یعنی پاگل زانیہ عورت پیش کی گئی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس پر حد جاری کرنے کا ارادہ کیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا، یہ ممکن نہیں کہ مجنون حد شرعی سے مستثنیٰ ہیں یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے ارادہ سے باز آگئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے اقضانا علی واقرانا ابی۔

یعنی ہم میں مقدمات کے فیصلوں کے لئے سب سے موزوں حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور سب سے بڑے قاری ابی ہیں۔

قرآن پاک سے اجتہاد اور مسائل کے استنباط میں بھی آپ بے نظیر تھے، آپ نے تفسیر کلام پاک کے سلسلے میں فرمایا، قرآن کی آیتوں کی مثال تخم اور جسم کی ہے اور اس کے معنی اور مقصود کی مثال درخت کی ہے اور جو اسی تخم سے پیدا ہوتا ہے اور جان کی ہے جو جسم میں پوشیدہ رہتی ہے، یعنی جس طرح ایک چھوٹے سے تخم سے تناور درخت پیدا ہو جاتا ہے جو درحقیقت اس تخم کے اندر چھپا ہوا تھا اور روح سے جو جسم میں چھپی رہتی ہے تمام اعمال انسانی کا ظہور ہوتا ہے اسی شرح قرآن پاک کے الفاظ سے جو جسم کی طرح ہیں معنی اور مطالب نکلتے ہیں۔

امام احمد بن حنبلؒ کی ایک روایت ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے جس قدر فضائل مذکور ہیں کسی کے نہیں ہیں امانت، دیانت زہد وتقویٰ میں آپ رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی آپ رضی اللہ اپنی مثال تھی، ایک دفعہ منبر پر خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ میری تلوار کا کون خریدار ہے خدا کی قسم اگر میرے پاس ایک تہہ بند کی قیمت ہوتی تو اس کو فروخت نہ کرتا، ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا: "امیر المؤمنین میں تہہ بند کی قیمت قرض دیتا ہوں"۔

گھر میں کوئی خادمہ نہ تھی، شہنشاہ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی گھر کا سارا کام اپنے ہاتھوں سے انجام دیتی تھیں، ایک مرتبہ شفیق باپ کے پاس اپنی مصیبت بیان کرنے گئیں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم موجود نہ تھے اس لئے آکر سو رہیں تھوڑی دیر کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اطلاع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود اپنی بیٹی کے پاس گئے اور فرمایا، کیا میں تم کو ایک ایسی بات نہ بتادوں جو ایک خادم سے کہیں زیادہ تمہارے لئے مفید ہو۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تسبیح کی تعلیم دی۔

☆☆☆

یہاں تو قاتلوں کی بھی بڑی تعریف ہوتی ہے
فریب ومکر وغداری کی بھی توصیف ہوتی ہے
سنا ہے کہ منافق کی یہی پہچان ہے غامؔر
علی کا نام لیتے ہی انھیں تکلیف ہوتی ہے

تصوف اور سلسلہ مداریہ

مفتی الشاہ غلام یحییٰ

بانی ومہتمم الجامعۃ المداریہ عربی کالج اترولہ، بلرام پور، یوپی

آج کے اس ترقی یافتہ اور مادی دور میں بھی جب ہزاروں چیلینجز ہمارے سامنے ہیں اگر ہم نے تصوف اور اسکی معنویت کو نہیں سمجھا اور اسے اپنی زندگی میں نہیں اتارا تو دین کی ان متوازی قدروں کی تکمیل نہ کرنے کے سبب ہم دعوت وتبلیغ میں کامیاب ہوسکیں گے اور نہ ہی کامل طور سے دین میں داخل ہوسکیں گے۔ کیوں کہ تصوف دین کا ایک اہم رکن ہے اور موجودہ صدی تصوف کی صدی ہے۔ آج ضرورت ہے کہ تصوف کے پیغام محبت کو عام کیا جائے تاکہ ہم بھی کامل طور سے دین میں داخل ہوسکیں اور روحانیت کی متلاشی دنیا کو بھی تصوف کے جام محبت سے سرشار کیا جاسکے۔

تصوف خود صوفیائے اسلام کی زبانی اور ان مقدس ہستیوں کے فرمودات عالی کے اجالے میں ملاحظہ فرمائیں! حضرت امام باقر بن علی بن حسین بن علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں" کہ تصوف خوش خوئی کو کہتے ہیں جو زیادہ خوش خو ہوتا ہے وہ زیادہ صوفی ہوتا ہے اور خوش خوئی دو قسم پر ہے اول حق تعالیٰ کے ساتھ دوم خلق کے ساتھ۔ حق تعالیٰ کے ساتھ نیک خوئی یہ ہے کہ اسکی قضاء کے ساتھ رضا اختیار کرے۔ خلق کے ساتھ نیک خوئی یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے خاطر خلق کی محبت کا بوجھ برداشت کرے۔ ابوالحسن پیشاوری فرماتے ہیں" کہ تصوف سراپا ادب ہے ہر وقت اور ہر حالت کے لئے۔ ایک ادب ہوتا ہے جو شخص ان اوقات کا ادب ملحوظ رکھتا ہے مردانگی کے درجہ پر پہونچ جاتا ہے۔ جو کوئی ادب ضائع کرتا ہے وہ قرب سے دور رہتا ہے اور قبول حق سے مردود ہوجاتا ہے اور حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں" صوفی وہ ہوتا ہے جو دونوں جہان میں سوائے خدائے تعالیٰ کے کچھ نہیں دیکھتا ہے۔ یہ طائفہ تمام خلق میں برتر اور بزرگ تر ہے۔ کیوں کہ ہر گروہ کسی نہ کسی چیز سے سیر ہوجاتا ہے لیکن یہ گروہ دو جہاں سے بھی سیر نہیں ہوتا۔ جب تک خداوند تعالیٰ تک نہ پہونچ جائے۔ اس وقت میں نہیں چاہتا ہوں کہ لفظ صوفی کی تحقیقی اختلاف میں قدم رکھوں۔ بہت سے محققین نے لفظ صوفی کی تحقیق میں الگ الگ اظہار خیال کیا ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ صوفی کو اس لئے صوفی کہتے ہیں کہ صوفی اصحاب صفہ کے ساتھ نسبت رکھتے ہیں لیکن صوفی کا لفظ صوف سے مشتق ہونا زیادہ قرین قیاس اور مستحسن معلوم ہوتا ہے۔ اسلئے اصحاب صفہ بھی اہل صفا سے تھے۔ جب اس طبقہ نے اپنے اخلاق و اعمال درست کرنے اور طبیعت کی برائیوں سے نجات [illegible] پاکیزہ

اوصاف کی وجہ سے صوفی کہلانے لگے۔

غرض یہ کہ تمام تر لفظی تحقیق کا منشا و مقصود یہی سمجھ میں آیا کہ صوفی معاشرہ اور سماج اور ہر دور اور ہر جگہ اپنے کردار و عمل سے دنیا کو درس انسانیت کا پیغام دیتا ہے اور وہ خلق خدا کے قریب رہکر خلق کی فریاد رسی کرتا ہے۔صوفیائے کرام کی جماعت اولیاء اللہ کے زمرہ کا نام

ہے۔جنکے مختلف مقام اور درجات ہیں۔۔صوفیا نے اپنی اصطلاح میں صوفی کو چار گروہ میں تقسیم کیا ہے۔

۱/زھاد ۲/عباد ۳/خدام ۴/فقراء

زھاد:۔وہ ہیں جو نور و ایمان و یقین سے آخرت کے جمال کا مشاہدہ کرتے ہیں اور دنیا انکی نظر میں حقیر ہوتی ہے۔

عباد:۔وہ ہیں جو ہمیشہ عبادت نوافل وظائف وغیرہ میں مشغول رہتے ہیں اور ہمیشہ آخرت کے ثواب کی امید میں رہتے ہیں۔

خدّام:۔ان لوگوں کو کہتے ہیں جو فقراء اور طالبان حق کی خدمت اختیار کر لیتے ہیں اور اپنے اوقات کو فرائض کی ادائیگی کے بعد معاش اور امداد خلق میں صرف کرتے ہیں۔اور امداد خلق کو نوافل پر ترجیح دیتے ہیں اور جائز طریقے سے طلب معاش کرتے ہیں بعض کسب کے ذریعہ اور بعض فتوح غیب کے ذریعہ اس حالت میں خادم اور مخدوم کی حالت ایک دوسرے کی مشابہ ہوتی ہے۔

فقراء:۔وہ لوگ ہوتے ہیں جو اپنے آپ کو دنیا کی کسی چیز کا مالک نہیں سمجھتے اللہ کی رضا جوئی میں سب کچھ ترک کر دیتے ہیں ان فقراء کا ترک دنیا کر دینا تین وجوہات کی بنا پر ہوتا ہے۔یہی وجہ تخفیف حساب اور خوف عقاب کیوں کہ حلال کا حساب ہوگا اور حرام کا عذاب اور دوسری وجہ توقع فضل ثواب اور جنت میں داخل ہونے میں سبقت ہے۔کیوں کہ فقراء پانچ سو سال غنی لوگوں سے پہلے بہشت میں داخل ہونگے۔تیسری وجہ جمعیت خاطر اور سکون قلب ہے۔تاکہ یکسوی اور حضور قلب کے ساتھ عبادت کر سکیں اور فقیر کو مقام صوفی میں ایک اور خوبی اور وصف حاصل ہوتا ہے۔اور وہ اس وجہ سے کہ فقیر اپنے تمام احوال و اعمال مقامات کی نسبت اپنی ذات سے نہیں کرتا ہے۔بلکہ عدم تملک سے کام لیتا ہے یعنی کوئی چیز اس کی ذات سے نہیں۔بلکہ حق تعالیٰ سے ہے۔چنانچہ اپنے کسی حالا اور کسی مقام کو اپنی وجہ سے نہیں دیکھتا ہے۔اور اپنے ساتھ مخصوص نہیں کرتا۔بلکہ خود نگاہ نہیں ڈالتا۔تو نہ ہی اسکا وجود باقی رہتا ہے نہ ذات۔اور نہ ہی صفات۔محو در محو اور فنا در فنا ہوتا ہے اور یہی حقیقت فقر ہے۔صوفیا مشائخ نے فقیر کے بارے میں بہت کچھ لکھا ہے۔

حضرت قطب الاقطاب قطب المدار زندہ شاہ مدار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فقیری کو اصل بتایا ہے۔اس لئے فقیر خود پر نگاہ نہیں ڈالتا فقیر کو اللہ تعالیٰ اپنی قباء عزت کے نیچے چھپا لیتا ہے بظاہر تنگ حال مسکین ہوتا ہے۔اسلئے دنیا فقیر کو اکثر سمجھ نہ سکی سرکار سیّد بدیع الدّین زندہ شاہ مدار رضی اللہ عنہ نے فرمایا فقیری لوہے کے چنے چبانا ہے۔یوں تو تمام سلاسل طریقت کے صوفیا و فقراء اپنی مثال آپ ہیں سب اپنی اپنی جگہ آبروئے اسلام اور نقیب دین وملت ہیں

لیکن سلسلہ مداریہ جو حضور شہنشاہ سیّد بدیع الدّین زندہ شاہ مدار رضی اللہ عنہ سے جاری ہوا اس سلسلہ کے فقراء کی حیات اور ان کے ترک وتجرید وریاضت کو دیکھ کر ارباب حقیقت ومعرفت رشک کرتے ہیں۔ حضرت سیّدنا سیّد بدیع الدّین زندہ شاہ مدار رضی اللہ عنہ نے روحانی تعلیمات سے صوفی اور فقیر کی بہت بڑی جماعت کو تیار فرمایا ۲۸۰ھ سے لیکر اپنی حیات کے آخری لمحات تک تقریباً ۵۰۰ برس سے زائد وقت تک تبلیغ دین اور رشد وہدایت کا کام انھیں فقراء صوفیا ملنگان کرام کے ذریعہ انجام دیا متعدد ملکوں کا دورہ فرمایا اور جہاں جیسی ضرورت تھی اس ملک کے نشیب وفراز کے اعتبار سے ایسی جماعت فقراء اور صوفیا کو وہیں کے اعتبار سے ویسا ہی لقب دیکر مثلاً گروہ فقراء میں کبھی تو انھیں خادمان کے لقب سے نوازا اور کبھی تو گروہ دیوانگان کے لقب سے تو کبھی تو گروہ ملنگان کے نام ولقب سے دنیا کو روشناس کرا کر اس گروہ کے ذریعہ کلمہ توحید ورسالت کی شمع روشن فرمائی ملنگان کرام کی جماعت گروہ صوفیا اور فقراء میں اپنی ظاہری وضع قطع اور باطنی کمالات کے باعث تمام سلاسل تصوف وطریقت کے صوفیا وفقراء کیلئے مرکز عقیدت ہیں۔ دنیا کے تمام تر ممالک خصوصاً ہندوپاک کے اکثر مقامات دیہات جنگلات ساحل سمندر پہاڑ قریہ آبادی غیر آبادی ہر ایک مقام پر بیٹھ کر ذکر الٰہی عبادت وریاضت فرمائی ہے۔ تمام خلق خدا کو اپنی دعاؤں اور توجہ سے نوازا ہے سب کے کام آئے ہیں ہر انسان کے دکھ درد میں کام آتے رہے اور آج بھی کام آتے ہیں۔ دنیا کے تمام تر علائق و حوائج سے دور رہے ہیں۔ فقراء کی جماعت میں ملنگ حضرات ہوتے ہیں۔ حضرت سیّدنا سیّد بدیع الدّین زندہ شاہ مدار رضی اللہ عنہ کے سلسلہ مداریہ میں تصوف اور فقر ودرویشی کا جو رنگ ہے وہ طرز وہ اسلوب دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے سرکار مدار پاک نے خالص قرب الٰہی کا راستہ عطا فرمایا وہ تصوف جس میں احترام شریعت بھی اور آداب طریقت بھی اخلاق نبوی ﷺ کا جذبہ کامل بھی موجود ہے یہی وہ تصوف وفقر کا راستہ ہے جس پر چلکر اولیائے کرام نے اپنے اپنے طریقے سے رجال اللہ کے اقسام بیان فرمائے ہیں۔

صاحب عوارف المعارف روایت کرتے ہیں اس طبقات کے مراتب ان کے درجات کے مطابق تین اقسام ہیں پہلی قسم واصلین وکاملین کا مرتبہ ہے اور یہ طبقہ سب سے اونچا ہے دوسری قسم سالکان طریق کمال کا مرتبہ ہے اور یہ طبقہ درمیانہ ہے تیسری قسم اہل نقصان کی ہے جو سب سے زیریں طبقہ ہے اول طبقہ واصلین کی بھی دو قسمیں ہیں۔ پہلی قسم مشائخ صوفیا کی ہے جو رسول اللہ ﷺ کی کمال متابعت کی وجہ سے مرتبہ وصول یافتہ تک پہونچ کر اسکے بعد مخلوق کی ہدایت پر مامور ہوتے ہیں ان کو کاملان کہتے ہیں۔ کیوں کہ خلق کی ہدایت پر مامور ہوتے ہیں دوسری قسم صوفیا وصول یافتہ کے بعد خلق کی طرف رجوع نہیں کرتے ہیں۔ کیوں کہ انھیں یہ خدمت تفویض نہیں ہوتی ہے اکثر حالت سکر اور عالم جذب میں ہوتے ہیں اسی طرح سالکین کی بھی دو قسم ہے پہلی متصوفہ دوسری ملامتیہ جو اپنے نفس کی بعض صفات سے خلاصی حاصل کر لیتے ہیں

اوراوصاف وحسنہ میں سے بعض اوصاف واحوال سے متصف ہو جاتے ہیں لیکن ملامتیہ وہ لوگ ہیں جو اخلاص کی سختی سے نگہداشت کرتے ہیں اور اپنے تمام اوقات میں اخلاص کی تحقیق کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ جس طرح ایک گنہگار اپنے گناہ کے ظہور سے خوفزدہ رہتا ہے اسی طرح یہ لوگ اپنی اطاعت کے ظاہر ہونے پر ڈرے رہتے ہیں اس لئے ان کے بعض امور بظاہر خلاف شرع معلوم ہوتے ہیں۔ ملامتیہ گروہ کے فقراء صوفیا زیادہ تر سلسلہ مداریہ اور سلسلہ قلندریہ میں پائے جاتے ہیں تصوف اور فقر کی دنیا میں جو روحانی کمالات اور خوارق عادات اور حیران کن احوال نظر آتے ہیں یہ حضور سرکار سیّد بدیع الدّین زندہ شاہ مدار رضی اللہ عنہ کی روحانی توجہ اور آپ کی شان ولایت کی جلوہ گری ہے۔ آپ کی صوفیانہ تعلیمات ہی کا اثر ہے جو جماعت فقراء وصوفیا روشن ستاروں کی طرح پرنور وضوفشاں ہے۔

★★★

منقبت شریف

جناب سید غلام حسنین تابش مکن پوری

جس کے قدم سے ارض وسما کو قرار ہے
وہ ذات، ذات حضرت قطب المدار ہے

سن کر جسے تڑپ ہی اٹھیں گے حضور آپ
پنہاں ہمارے دل میں وہ دکھ کی پکار ہے

آقا تمہیں کو رکھنا ہے اب اس کی لاج بھی
اپنے کرم سے مجھ کو دیا جو وقار ہے

آمادۂ ستم جو فلک ہے ہوا کرے
سر پر ہمارے دامن قطب المدار ہے

تا کہ انگشت ہی سبھی میری مشکلیں
آقا کرم تمہارا بھی تو بے شمار ہے

تابش کے دل کو بھی مرے مولا سکوں ملے
ہر ایک دل کو آپ نے بخشا قرار ہے

★★★

لوگ سچ کہتے ہیں کہ ٹلتی نہیں تقدیر کی بات
ساتھ لیکن عمل اہل رضا دیتا ہے
اختیارات بھی دیتا ہے اسی کو مالک
ناظم کار جہاں جسکو بنا دیتا ہے
عظمت قطب دوعالم کی گواہی کے لئے
زندگی مردوں کو اس در پہ خدا دیتا ہے

جناب سیّد عظیم الباقی عظیم مکن پوری

صادق وصابر طیب وطاہر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام

ایک مکمل تاریخی تجزیہ

مولانا سید ازبر علی امیر القلم

سید العرب، شریف النسب کعبہ مومنین قبلہ اہل یقین، سند الصابرین، قائد غرالمحجلین، سید الصادقین، امام العالمین، الصادق الصدیق نجم الطارق حضرت سیدنا امام جعفر صادق بن محمد بن علی بن حسین بن علی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

عظمائے اہلبیت میں شرفائے امت میں علمائے ملت میں اس عظیم الشان ہستی اور پیکر جلیل وجمیل کا نام سنہرے حروف سے لکھا ہے امام جعفر صادق اہلبیت کے اس بلند روشن مینارہ کا نام ہے جسے آسمانوں کی بلندیاں جھک کر سلام کرتی ہیں جس کی نورانی ضیاؤں سے چاند سورج ستارے روشنی کی خیرات مانگتے ہیں۔

مسند امامت ہو کار نذارت ہو پیغام بشارت ہو تقویٰ وطہارت ہو عبادت وریاضت ہو تفقہ فی الدین ہو علم دین ہو یا علم دنیا سب حضرت جعفر صادق کے مرہون کرم ہیں۔

امامت امت خلافت رسالت کی سیج پر گلدستہ پنجتن میں علی وفاطمہ سی جڑ اور تنے کے ساتھ امامت کے مہکتے پھولوں میں زینت مسند امامت امام چہارم بیمار کربلا حضرت سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے زمانہ امامت کی تابانیوں سے پوری کائنات منور تھی وہیں پر امام پنجم حضرت سیدنا امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کی امامت کی ابدی سعادتوں سے دنیا بہرہ ور ہو رہی تھی افراد امت ان قدسی نفوس کی دہلیز پر خراج عقیدت پیش کرنے اور نصیبے جگمگاتے یہاں تک کہ سن ۸۰ ہجری کا نصف حصہ گزر چکا تھا۔

۱۷ ربیع النور سن ۸۰ یا ۸۳ ہجری کی نوری کرنوں نے آفاق مدینہ پر سنہری چادر پھیلائی بھی نہ تھی کہ افق انسانیت پر خورشید امامت کے مطلع بار ہونے کی خبر جانفزا صدائے بازگشت کر کے فضاؤں میں بکھر گئی۔

اب کیا تھا چاروں طرف سے مبارک باد دینے والوں کا تانتہ حضرت سیدنا امام زین العابدین اور حضرت سیدنا امام محمد باقر علیہم السلام کے سامنے لگا رہا۔

۱۷ ربیع الاوّل سن ۸۰ یا ۸۳ ہجری میں قاسم نعمات امامت حضرت سیدنا امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کے گھر ایک سعید ازلی کی ولادت ہوئی۔

نام نامی اسم گرامی: جعفر رکھا گیا

القاب: صادق جیسے اشہر ترین لقب کے علاوہ فاضل اور طاہر جیسے القاب سے دنیا یاد کرتی ہے۔

کنیت: ابوعبداللہ اور ابواسمٰعیل ہے۔

حلیہ مبارکہ: آپ نہایت ہی حسین وجمیل زیبا شکیل گندم گوں رنگ موزوں قد کے ساتھ ساتھ سیرت صورت حسن وجمال میں آبائے کرام کا پرتو خاص تھے۔ اس طرہ امتیاز کے ساتھ ساتھ آپ ایسے صادق تھے کہ دو مرتبہ حضرت صدیق اکبر کے گھر پیدا ہوئے جیسا کہ آپ کا قول وَلَدَنی الصدیق مرتین کیونکہ حضور امام جعفر کی والدہ مقدسہ حضرت ام فرویٰ رضی اللہ عنہا جو دختر ہیں حضرت قاسم نبیرہ حضرت سیدنا صدیق اکبر کی اور حضرت قاسم رضی اللہ عنہا کی والدہ اسماء ہیں جو دختر ہیں حضرت عبدالرحمٰن ابن ابی بکر رضی اللہ عنہم کی اس اعزاز وشرف سے جعفر صادق کو صادق الصدیقین کر دیا۔

فضائل وکمالات: بات اتنے پر ختم نہیں کی جا سکتی بلکہ آپ بیشمار فضائل وکمالات کے سنگم تھے سلطان ملت نبوی برہان دین مصطفوی، نور نگاہ علی، پیکر طہارت فاطمی، مقدم زاہداں، مکرم عابداں، نازش کاملاں، مونس بیکساں، پیش رو اہل ذوق، پیشوائے اہل شوق اور شفیعہ پنجتن تھے۔

عادات وصفات: عادات وصفات میں آپ یگانہ عصر تھے عبادت ومجاہدات میں مستجاب الدعوات آپ کا ثانی اور مماثل نہ تھا۔ سید الاتقیاء

امت ہونے کے ساتھ ساتھ خشیت الٰہی اس درجہ حاصل تھی کہ ہمہ وقت خوف خدا سے لرزتے اور کانپتے تھے۔

اس دن ساتھیوں کی حیرت کا بند ٹوٹ گیا جب آپ نے فرمایا کہ ساتھیوں آج یہ عہد و پیمان لیں کہ کل بروز محشر ہم میں سے جو نجات کا پروانہ پائے تو وہ بقیہ ساتھیوں کی شفاعت کریگا۔ ساتھیوں نے آبدیدہ ہوکر کہا کہ اے ابن رسول آپ کو ہماری شفاعت کی کیا ضرورت جبکہ آپ شفیع الامت کے بیٹے ہیں۔

آپ نے فرمایا کہ مجھے اپنے فرد عمل کو دیکھ کر شرم آتی ہے کہ کل بروز محشر نانا جان کے سامنے کیسے جاؤں۔ اللہ اللہ سید الصادقین کا یہ عجز و تقوی اور خشیت جسے دیکھ کر تا بہ روز جزا ملائکہ حیران و ششدر رہیں گے۔

اسی طرح خشیت الٰہی کی یہ دوسری مثال بھی ملاحظہ فرمالیں ایک مرتبہ حضرت داود طائی رضی اللہ عنہ حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا حضور اس سیاہ قلب کے لئے کوئی نصیحت فرمائیں تو آپ نے فرمایا کہ تو خود مقرب الی اللہ ہے تو میری نصیحت کی کیا ضرورت ہے۔

حضرت داؤد نے عرض کیا کہ اے ابن رسول آپ پر واجب ہے کہ اپنے نانا کی امت کو نصیحت کریں ان کے ظاہر و باطن کا تزکیہ کریں آپ کی آنکھیں پرنم ہوگئیں فرمایا کہ اے داؤد میں اس بات سے خوف زدہ رہتا ہوں کہ بروز حشر اگر نانا جان نے میری فرد عمل دیکھ لی تو کیا جواب دوں گا۔ یہ سن کر حضرت داؤد بہت روئے اور عرض کیا کہ اے اللہ جس کی سرشت کے تقدس کیلئے آب نبوت لیا گیا جس کی طبیعت کا خمیر براہان وحجت سے اٹھایا گیا جس کی آنکھوں میں خشیت الٰہی کا سمندر اس طرح موجزن ہو جس کے دل کی ہر دھڑکن ساز خشیت سے پر ساز ہو اس کی خشیت اور خوف کا یہ عالم تو اب داؤد کس پر ناز کرے۔

حضرت امام جعفر صادق کا علمی مقام: مفاتیح العلوم حضرت سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے علمی وقار و مقام کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا ہے انا مدینۃ العلم کی سچائیوں کے وارث وعلی بابہا کے سچے امین کی وراثت کا ورثہ دار ہو اس کے علم وفضل کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا چنانچہ گہوارہ علم میں آنکھ کھولنے کے بعد حضرت امام صادق نے بچپن میں ہی قرآن مجید حفظ کرلیا۔ بعدہ علم حدیث اور اس کی رواۃ کے علم کی تشنگی نے تڑپایا تو اپنے دادا محترم بیمار کربلا حضرت سیدنا امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کے دامن شفقت ومحبت سے لپٹ کر علم حدیث حاصل کیا۔ ابھی چند سال ہی حاصل کر پائے تھے کہ دادا محترم کا سایہ ظاہری سر سے اٹھ گیا۔ گرچہ آپ کی عمر شریف ۱۴/۱۳ سال کی ہی ہوئی ہوگی مگر پھر بھی ذخیرۂ علم کو خانۂ دل میں جمع کرلیا۔ دادا جان کی شہادت کے بعد آپ نے نانا جان حضرت قاسم بن محمد سے علم حدیث حاصل کیا۔ دادا اور نانا ان دو بزرگوں کے چشمۂ علم سے خوب خوب سیراب ہوئے اس کے بعد امام پنجم حضرت سیدنا امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے علم حدیث میں مکمل استفادہ کیا ان کے علاوہ بھی کئی شیوخ واساتذہ اکابر محدثین سے احادیث مبارکہ روایت کیں جیسے عطا بن ابی رباح، نافع (مولی ابن عمر) اور امام زہری وغیرہ سے حصول علم میں اس قدر محنت کی اور ایسے کمال کے عالم ہوئے کہ وقت ائمہ محدثین ائمہ فقہ وتفسیر غرض کہ حضرت امام مالک، حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، حضرت سفیان ثوری بن عیینہ وغیرہم نے خوب خوب استفادہ کیا۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ نے تقریباً دو سال تک آپ کی خدمت میں رہ کر علم دین حاصل کیا۔ اور یہ بیس سال امام صاحب کے حاصل زندگی تھے جیسا کہ آپ نے خود فرمایا ہے کہ لولا السنتان فھلک النعمان یعنی میری زندگی کے وہ دو سال نہ ہوتے جسمیں امام جعفر سے علم حاصل کیا تو نعمان ہلاک ہوجاتا۔

عروج بزرگی کا یہ دلچسپ اتفاق ملاحظہ کریں کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اور امام اعظم رضی اللہ عنہ کی تقریباً عمر ایک تھی ایک ہی سن ولادت بھی مگر جب حضرت امام اعظم کی ملاقات امام جعفر صادق سے ہوئی تو آپ ان کے علم کے آگے ٹک نہ سکے اور فرمایا کہ مارأت احدا افقہ من جعفر بن محمد یعنی میں امام جعفر بن محمد باقر سے زیادہ فقیہ نہ دیکھا۔ اور زانوئے تلمذ خم کر کے علوم نبویہ حاصل کئے۔

موفق مکی المناقب میں لکھتے ہیں کہ ابو جعفر منصور نے کہا کہ ابوحنیفہ لوگ جعفر بن محمد پر بڑے فریفتہ ہیں ان کے لئے کچھ مشکل مسائل بنا دیجئے امام اعظم نے ان کے لئے چالیس مشکل سوال تیار کئے امام اعظم نے فرمایا کہ جب میں حیرہ کے مقام پر منصور کے دربار میں آیا تو وہاں امام جعفر اس کے دائیں جانب جلوہ فرما تھے ان سے اس قدر مرعوب ہوا کہ منصور سے بھی نہ ہوا تھا میں نے سلام کیا انہوں نے بیٹھنے کا اشارہ کیا میں بیٹھ گیا منصور حضرت جعفر

صادق سے مخاطب ہو کر بولا ابو عبداللہ یہ ابو حنیفہ ہیں۔ جعفر صادق بولے اچھا پھر منصور میری طرف متوجہ ہوئے کہا کہ ابو عبداللہ سے وہ مسائل پوچھئے ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ میں پوچھتا جاتا اور آپ جواب دیتے جاتے اور فرماتے جاتے کہ تم عراقی لوگ یوں کہتے ہو اہل مدینہ کا یہ قول ہے اور ہمارا یہ خیال ہے کبھی ہمارے موافق فتوی دیتے اور کبھی ان کے کبھی ہماری مخالفت کرنے لگتے یہاں تک کہ چالیس مسائل ختم ہوئے کوئی مسئلہ باقی نہ چھوڑا۔ اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ امام اعظم نے پہلی ہی ملاقات میں بھانپ لیا تھا کہ فقہ میں امام جعفر کا ایک خاص مقام ہے۔

(حیات حضرت ابو حنیفہؒ)

حضرت علامہ عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ شواہد النبوۃ میں لکھتے ہیں کہ آپ عظمائے اہلبیت سے ہیں اور ان میں سے تمام سے اعلم ہیں اور اس قدر کہ کثرت علوم...... جو ان کے قلب پہ نازل ہوئے ان کا احاطہ فہم وادراک نہیں کر سکتے۔ اور بھی علوم آپ سے روایت کئے جاتے ہیں کہا جاتا کہ کتاب جفر جو عبدالمومن کے توسط سے مغرب میں رائج ہے وہ آپ کا ہی کلام ہے یہ کتاب جفر کے نام سے مشہور ہے۔ جو آپ کے اسرار علوم پر مشتمل ہے اور اس کا تذکرہ حضرت سیدنا امام علی ابن موسی کے ملفوظات میں صریحاً پایا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جس وقت مامون الرشید نے آپ کو اپنا ولی عہد مقرر کیا تو آپ نے فرمایا کہ جفر اور جامعہ دونوں ایک دوسرے کے خلاف ہیں آپ اس دعوے میں سچے تھے۔ کیونکہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے علم غابر ومزبور ہیں جسے ہم سینوں میں چھپائے رکھتے ہیں اور کانوں تک پہنچا دیتے ہیں۔ پھر ہمارے پاس جفر احمر، جفر ابیض، جفر فاطمہ بھی ہے لیکن علم جامعہ میں وہ تمام چیزیں پائی جاتی ہیں جن سے لوگوں کو واسطہ رہتا ہے ان کی تفسیر وتشریح بھی لوگ ہم سے پوچھا کرتے ہیں۔

آپ نے فرمایا کہ غابر وہ علم ہے جس کی روشنی میں مستقبل کے تمام حالات سے آگاہی حاصل ہوتی ہے۔ اور مزبور وہ علم ہے جس کی روشنی سے گزشتہ واقعات کا علم ہوتا ہے اور وہ علم جو دل میں پوشیدہ ہوتا ہے اس کا نام الہام ہے۔ اور وہ جو لوگوں کے کانوں تک ملائکہ کی باتیں ہیں جن کو ہمارے کان ہی سن سکتے ہیں اور کوئی ان شخصیتوں کو نہیں دیکھ سکتا لیکن جفر احمر حضور علیہ السلام کا ایک قسم کا اسلحہ ہے جو ہم اہلبیت اس کو کبھی بھی ظاہر نہیں کرتے ہیں جب تک کہ اہلبیت سے یمن اور برکت حاصل کرنا مقصود نہ ہو لیکن جفر ابیض سے مراد یہ ہے کہ توراۃ، انجیل، زبور اور قرآن پاک کے تمام علوم حاصل کئے جائیں۔ (شواہد النبوۃ)

(نوٹ جفر ابیض حضرت سرکار سیدنا مدار العالمین رضی اللہ عنہ کو بطور وراثت حاصل ہوا پھر آپ سے دو چند مخصوص خلفا کو بھی مترشح ہوا)

آگے تحریر فرماتے ہیں کہ: مصحف فاطمہ سے مراد یہ ہے کہ اس میں وہ تمام واقعات واسما جو قیامت تک ظاہر ہونے والے ہیں موجود ہیں۔ جامعہ ایک ایسی کتاب ہے جو ستر گز لمبی ہے اس کی عبارت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ترتیب دی ہے اس کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھ سے لکھا قیامت تک انسانوں کی ضرورت کی ہر چیز اس میں موجود ہے حتی کہ دیت سے لیکر کوڑے اور آدھے کورے کی سزا بھی ہے۔ (شواھد النبوۃ)

حضرت امام صادق کے علم کا اندازہ لگانا محال ہے۔

خوارق وکرامات : نرم مزاجی، عاجزی اور انکساری جس طرح عادت وفطرت میں داخل تھی اسی طرح کرامت بھی رب نے خوب خوب عطا کی تھیں بلکہ آپ سراپا کرامت تھے محققین نے آپ کی بہت سی کرامتوں کو تحریر فرمایا ہے یہاں بوجہ اختصار چند کرامتوں کا تذکرہ کر رہا ہوں۔

مردہ گائے زندہ ہوگئی :۔ راوی کا بیان ہے کہ میں حضرت امام جعفر کی معیت میں مکہ معظمہ کی ایک گلی سے گزر رہا تھا اچانک ایک عورت پر نظر پڑی جو اپنے بچوں کے ساتھ ایک مردہ گائے کے سامنے گریہ وزاری میں مصروف تھی ایسا لگتا کہ جیسے سرمایۂ حیات کی تمام تر لذتیں اور کروٹیں اس گائے کی زندگی سے وابستہ ہوں گریہ وزاری کے ساتھ آشفتہ حالی کی داستان اس کی بھیگی پلکوں سے ظاہر تھی غربت وافلاس میں ایک ہی سہارا تھا جسے وہ کھو کر کیسے چپ بیٹھتی مگر اسے کیا معلوم کہ کسی کے قدم ناز اس کی خزاں بار زندگی کو رشک بہار بنا دیں گے۔

حضرت جعفر صادق کواس کے حال پر ترس آیا فرمایا کہ تم کیا یہ چاہتی ہو کہ گائے دوبارہ زندگی عطا کردی جائے۔ پریشان عورت نے عجیب نظروں سے دیکھا اور پوچھا کیا حضور آپ اس غربت زدہ سے مذاق نہیں کررہے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ نہیں یہ اللہ کی قدرت کا کرشمہ دیکھو پھر آپ نے دعا کیلئے ہاتھ اٹھادیئے پھر آپ نے اس کے سر اور پاؤں کو چھو کر اسے آواز دی تو وہ زندہ ہو کر اٹھی اور آپ کے قدموں کا بوسہ دینے لگی۔

خزاں رسیدہ باغ پر جان بہار کا تصرف

خزاں کی زد میں آئے اجڑے ہوئے باغ سے پھل تو کیا کوئی سائے کی بھی امید نہیں رکھ سکتا۔ مگر امام جعفر صادق پتھر نچوڑ کر پانی نکال سکتے ہیں سوکھے درختوں سے پھل کیا معنی۔ راوی کا بیان ہے کہ ہم حضرت جعفر صادق کے ہمراہ ارکان حج ادا کرنے جارہے تھے آرام کی غرض سے کھجور کے ایک سوکھے باغ میں ٹھہرے بھوک کا بھی احساس تھا میں نے دیکھا کہ حضرت امام جعفر صادق کے لبہائے مبارکہ جنبش میں ہیں آپ کیا پڑھ رہے تھے میری سمجھ میں نہیں آیا پھر آپ نے سوکھے درختوں سے یوں مخاطب ہوئے کہ اللہ تعالیٰ نے تم میں جو ہمارے لئے رزق ودیعت کیا وہ ہمیں پہنچا کر ہماری ضیافت کرآپ کا یہ فرمان قدسی زبان شیریں بیان جیسے کھجور کے درختوں نے سنا ایک دم سب کے سب خوشوں سے لد گئے اور لٹکتے ہوئے تر خوشوں کے ساتھ ایک ایک درخت جھک گیا آپ نے فرمایا کہ آؤ اور بسم اللہ پڑھ کر کھاؤ میں نے آپ کے حکم کی تعمیل میں کھجوریں کھائیں اور ایسی میٹھی کھجوریں کبھی کھائیں بھی نہ تھیں اس جگہ ایک اعرابی بھی تھا اس نے کہا کہ آج تک میں نے ایسا جادو نہیں دیکھا تھا آپ نے فرمایا کہ اے اعرابی میں ا ابن رسول ہوں کوئی ساحر اور کاہن نہیں مجھ سے کرامتوں کا صدور ہوتا ہے نہ کا جادو کا اگر تو مجھے آزمانا چاہتا ہے تو میں تیری صورت کو کتے کی شکل میں منتقل کئے دیتا ہوں اس نے کہا کہ اگر واقعی صاحب کرامت ہو تو کر کے دکھاؤ تو آپ نے اس اعرابی کو کتا بنا دیا تو وہ وہاں سے بھاگا امام جعفر نے فرمایا کہ تم اس کے ساتھ ساتھ جاؤ چنانچہ میں اس کے ساتھ ساتھ گیا دیکھا کہ وہ اپنے گھر میں داخل ہوا اور اپنے بیوی بچوں کے سامنے دم ہلانے لگا تو گھر کے لوگوں نے ڈنڈا مار مار کر بھگا دیا واپس آکر میں نے ساری داستان امام صاحب کو سنادی جب تک وہ کتا بھی آگیا۔ اور جعفر صادق کے سامنے زمین پر لوٹنے لگا اشکبار آنکھوں سے التجائی حالت میں رحم کی بھیک مانگ رہا تھا تو امام جعفر نے اس کے حال زار پر ترس کھایا اور دعا فرمائی تو اللہ نے اس کی اصلی صورت لوٹادی۔

قاسم جنت جعفر صادق :ج۔ تاجدار خلقت مالک جنت حضرت جعفر صادق کی بخشش وعطا کا کیا کہنا جب سخاوت کا دریا جوش میں ہو تو دنیا کی ناز ونعم کیا جنت کے محل بانٹتے ہیں جیسا کہ تاریخ بتلاتی ہے کہ آپ مسند امامت پر متمکن تھے ایک شخص حاضر دربار ہوا دس ہزار درہم دے کر کہا کہ حضور یہ درہم رکھ لیں میں حج کو جارہا ہوں اس سے آپ میرے لئے ایک بہترین سرائے خرید لیں تا کہ واپسی کے بعد اپنے بیوی بچوں کو لیکر اسی سرائے میں متوطن ہوسکوں یہ کہہ کر وہ حج کیلئے چلا گیا۔ حج کر کے جب واپس ہوا تو سب سے پہلے آپ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوا اور پوچھا حضور آپ نے میرے لئے سرائے خرید لی؟
آپ نے فرمایا کہ جنت میں میں نے تمہارے لئے سرائے خرید لی ہے اور یسی سرائے جس کی پہلی حد سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم پر دوسری مولیٰ علی پر تیسری امام حسنؓ چوتھی امام حسینؓ پر ختم ہوتی ہے یہ بتا کر ایک رقعہ یعنی اتھارٹی لیٹر لکھا وہ بہت خوش ہوا اور اس پروانہ کو لیکر اپنے گھر آ گیا کچھ دنوں کے بعد وہ بیمار ہو گیا تو اس نے وصیت کی کہ جب میں مرجاؤں تو اس رقعہ نجات کو میری قبر میں رکھ دینا چنانچہ اس کی موت کے بعد لواحقین نے ایسا ہی کیا قبر میں رکھ کر چلے آئے جب دوسرے دن دیکھا گیا تو وہی پروانہ اس کی قبر پر پڑا تھا جس کے پیچھے لکھا تھا کہ جعفر نے جو وعدہ کیا وہ ایفا کیا گیا۔ (ملخصاً شواہد النبوۃ)

شہادت :۔ حضرت سیدنا جعفر صادق علیہ السلام کی جب عمر شریف اڑسٹھ (۶۸) سال کی ہوئی تو خاصہ خاندان اہلبیت کے طوق نے گردن سجانے کی پوری تیاری کر لی شہادت کا ایک جام تھا جو لبہائے

امام سے لگ کر مشرف ہونا چاہتا تھا ایک موت تھی جو ابدی زندگی تک پہنچ چکی تھی۔ چنانچہ وہ وقت قریب آیا جس میں بادشاہ ابوجعفر منصور نے آپ کو زہر دلوادیا۔ اس طرح پندرہ رجب بروز پیر ۱۴۸ھجری میں آپ کی شہادت ہوئی۔

مزار پرانوار :۔ آپ کے والد گرامی حضرت امام محمد باقر اور دادا حضرت امام زین العابدین اور ان کے بڑے باپ حضرت سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے پہلو میں جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔

ارشادات وفرمودات :۔ آپ کے زریں اقوال کا شمار ناممکن ہے جس طرح آپ کی حیات طیبہ کو سمجھنا آسان نہیں ہے اسی طرح آپ کی زبان صدق سے نکلے فرمودات ونصائح بھی اہل علم وفن کی سمجھ سے بالاتر ہیں۔ یہ ایک ایسا گنجینہ بے بہا ہے جس میں ہر قسم کے نصیحتوں کا بہرذخار چھپا ہے۔

☆ آپ فرماتے ہیں بے عمل داعی کی مثال اس تیرانداز کی سی ہے جو بغیر کمان کے تیر پھینکنا چاہتا ہوں۔

☆ آپ نے حضرت سفیان ثوریؒ سے فرمایا کہ نیکی تین چیزوں سے پوری ہوتی ہے (۱) اسکو جلدی کرنے سے (۲) چھوٹا سمجھنے سے (۳) اور چھپانے سے۔

☆ جب دنیا کسی انسان کے پاس آتی ہے اسے غیروں کی خوبیاں دیدیتی ہے اور جب اس سے منہ پھیر لیتی ہے تو اس کی ذاتی خوبیاں ھی اس سے چھین لیتی ہے۔

☆ جب تجھے اپنے بھائی سے ایسی چیز پہنچے جو تو ناپسند کرتا ہے تو اس کے لئے ایک عذر سے ستر عذر تلاش کر اگر تجھے اس کے لئے کوئی عذر نہ ملے تو یوں کہے شاید اس کے لئے کوئی عذر ہوگا مجھے معلوم نہیں۔

☆ چار چیزیں ہیں جس سے شریف انسان کو عار نہ چاہئے والد کی تعظیم کیلئے کھڑا ہو جانا اپنے مہمان کی خدمت کرنا اپنے چوپائے کی خبر لینا خواہ اس کے سو غلام ہوں اپنے استاد کی خدمت کرنا۔

☆ زیادہ ہنسی مذاق سے بچو کہ اس سے چہرے کی رونق جاتی رہتی ہے۔

☆ جو شخص بغیر خاندانی جتھے کی قوت وعزت اور بغیر بادشاہت کے رعب وہیبت چاہتا ہے اسے چاہئے کہ نافرمانی کی ذلت بھری زندگی کو چھوڑ کر فرمانبرداری کی پر عزت زندگی شروع کرے۔

☆ کسی کو معاف کر کے پچھتا مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ کسی کو سزا دے کر پچھتاؤں۔

☆ علماء امانت انبیاء کے حاملین ہیں جب تم دیکھو کہ علماء بادشاہوں کی طرف مائل ہو رہے ہیں تو ان علماء کو متہم سمجھو۔

☆ جب تم اپنے دوست کے گھر جاؤ تو اس کی طرف سے ہمہ قسمی اکرام قبول کر لینا مگر اس کی خاص نشست گاہ پر نہ بیٹھنا۔

☆ تقوی سے افضل کوئی توشہ نہیں خاموشی سے بہتر کوئی شئے نہیں جہالت سے زیادہ نقصان دہ کوئی دشمن نہیں اور جھوٹ سے بڑی کوئی بیماری نہیں۔

اولاد امجاد :۔ آپ کی اولاد امجاد میں کل چھ شہزادے اور ایک شہزادی تھیں۔

شہزادوں کے اسمائے گرامی حضرت اسماعیل حضرت محمد حضرت علی حضرت عبداللہ حضرت اسحٰق حضرت موسی کاظم۔

صاحبزادی حضرت ام فروہ جن کو ابن الاخضر نے فاطمہ لکھا ہے۔

خلفاء کرام :۔ آپ کی دینی خدمات کی تاریخ پڑھی جائے تو بخوبی واقفیت ہوگی کہ آپ کے فیض روحانی سے مستفیض ہونے والے کیسے کیسے افراد ہیں۔ بعض بعض تو عالمگیر جماعت کی حیثیت رکھتے ہیں جیسے حضرت اسماعیل، حضرت موسیٰ کاظم، حضرت امام ابوحنیفہ، حضرت سلطان الاولیاء بایزید بسطامی رضی اللہ عنہم۔

نوٹ :۔ حضرت امام اسماعیل رضی اللہ عنہ آپ کے بڑے صاحبزادے ہیں۔ سرکار قطب المدار حلبی مکن پوری کا شجرہ نسب آپ سے ہوتا ہوا امام حسین علیہ السلام تک پہنچتا ہے۔

☆☆☆

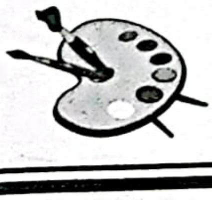

(ایک مستقل مضمون)

تاریخ مکن پور شریف اور تذکرہ مشائخ مداریہ

ابوالمشرب سید مقتدا حسین جعفری

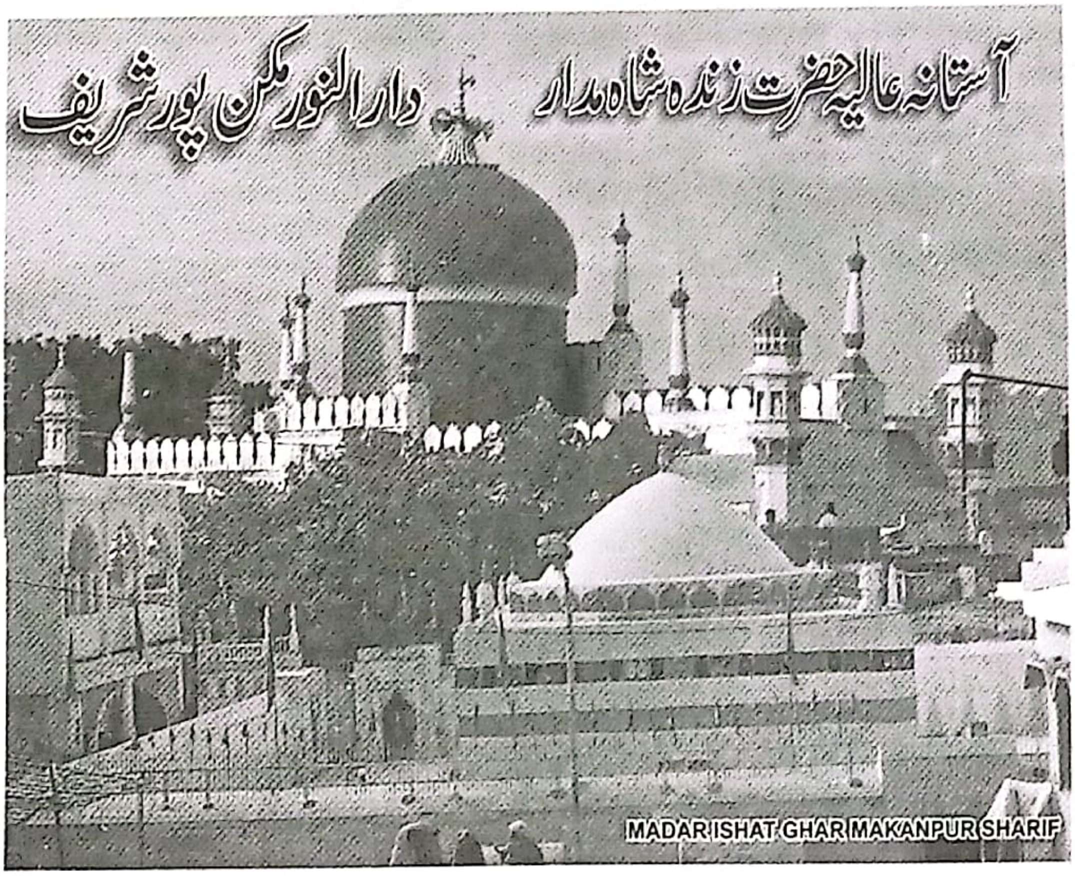

انسانوں کی اس دنیا کی تاریخ جس قدر قدیم ہے، دنیا کے بیشتر مقامات، ممالک اور شہروں کے نام بھی اسی قدر پرانے اور قدیم ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ انقلابات زمانہ اور تبدیلی معاشرہ کے باعث وقتاً فوقتاً ممالک اور شہروں کے نام میں تبدیلیاں آتی رہی ہیں۔ اگر تاریخ کو بغور دیکھا جائے تو ہمیں ملے گا کہ دنیا کی جو قدیم تر آبادیاں ہیں وہ کسی نہ کسی شخصیت کے نام سے منسوب ہو کر وجود میں آئی ہیں۔ ہنوز یہ سلسلہ آج تک جاری ہے۔ آبادیوں کے ناموں میں ترمیم کی وجوہات وہاں کے انسانی سماج کے نظریات یا سیاسی کارگزاریوں کے باعث زیادہ عمل میں آئے ہیں۔ بدلتی ہوئی اس دنیا اور کروٹ لیتے ہوئے معاشرے اور ماحول کا ادب روز افزوں یہ طریقہ کار بنتا جا رہا ہے کہ شہروں اور آبادیوں کے ناموں کو بدل

دیا جائے جو بھی حکمراں برسر اقتدار ہوتا ہے وہ اسی کارگزاریوں کو پورا کرنے کو اپنا مقصد حیات بنالیتا ہے۔

الغرض دنیا بنتی اور بگڑتی رہی، انقلاب آتے رہے، فکریں بدل گئیں، نظریات میں تبدیلیاں آگئیں، اس ترقی یافتہ دور نے ماضی کے ہر افسانے کو بھلا دیا ہے۔ گذری ہوئی ہر داستان بس ایک کہانی بن کر رہ گئی ہے۔ مگر دنیا کبھی بھی اس تاریخ کو ختم نہیں کرسکتی ہے جس پر اس کا وجود قائم ہوا تھا۔ چنانچہ اسی ضمن میں گیارہویں صدی ہجری کے اوائل کی تحقیقی تصنیف ''تاریخ فرشتہ'' کے صفحہ نمبر ۶۰ پر محمد قاسم فرشتہ طوفان نوح کے بعد کی دنیا کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''حضرت نوح علیہ السلام کے دوسرے بیٹے یافث مشرق اور شمال کی طرف گئے اور وہیں آباد ہوگئے۔ ان کے بہت سے بیٹے ہوئے جن میں سب سے زیادہ مشہور بیٹے کا نام ''چین'' تھا۔ ملک چین کا نام اسی کے نام پر ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کا تیرا بیٹا ''حام'' اپنے عالی قدر والد کے حکم سے دنیا کے جنوبی حصہ کی طرف گیا اور اس کو آباد کیا ''حام'' کے چھ بیٹے تھے۔ ہند، سندھ، حبش، افرنج، ہرمز وغیرہ ان سب بیٹوں کے نام پر ایک شہر آباد ہوا تھا اب یہ سبھی شہر ایک وسیع ملک کی شکل میں تبدیل ہوچکے ہیں''۔

تاریخی حوالہ جات میں ہندوستان ایک قدیم ملک ہے اور ہندوستان کے بہت سے شہر یہاں کی آبادی کے وجود میں بنیادی طور پر حصہ دار ہیں۔ آج بھی ان شہروں کا ذکر تاریخ کے ان اوراق کی زینت ہے جہاں سے دنیا نے زندگی کے طور طریقے اور سماجی معاشرے کی بنیاد رکھی تھی جہاں انسان نے انسانیت کا نیا روپ دیکھا تھا اور وہ شہر آج بھی ہندوستان کی قدیم روایات کو اپنے دامن میں سمیٹے ہیں۔ ملک نے انہیں شہروں میں ایک قدیم شہر ''قنوج'' ہے۔ جس کا قدیم نام ''کانیہ کبج'' لکھا ملتا ہے۔ وقت کی تبدیلی کے ساتھ یہ نام مٹتا گیا اور کانیہ کبج ''قنوج'' بن گیا۔ چونکہ مکن پوری شریف کی تاریخی حیثیت سمجھنے کیلئے قرب وجوار کی قدیم روایات اور تاریخ کو سمجھنا ضروری ہے اس لئے یہ ذکر کیا جارہا ہے۔

مکن پور شریف کے آباد ہونے سے پہلے قرب وجوار کی تاریخی حیثیت

شہر قنوج کا تاریخی جائزہ:۔ مکن پوری شریف جہاں پر آج شہنشاہ ولایت سید بدیع الدین قطب المدارؒ کا آستانہ عالیہ ہے یہ جگہ بالکل غیر آباد تھی۔ یہ حصہ ارضی شہر قنوج سے صرف بارہ میل کی مسافت پر آباد ہے۔ شہر قنوج کی تاریخ یہ بتاتی ہے کہ کبھی یہ علاقہ قنوج کے حدود میں تھا۔ تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے پوتے ہند کی پانچویں پشت میں ''راجا سورج' نام کا ایک شخص حکمراں تھا اس کی عمر ۷۵۰ سات سو پچاس برس ہوئی اس طویل عمر میں اس نے دریائے گنگا کے کنارے اس شہر قنوج کو آباد کیا اور اپنا دارالسلطنت بنایا تھا اور وہاں بت پرستی شروع کی تھی۔ اس کے دوران حکومت ہی میں اس شہر کی آبادی میں بہت اضافہ ہوا یہاں تک کہ شہر کے حدود کا پھیلاؤ پچیس کوس یعنی ساڑھے سینتس مربع میل تک بڑھ گیا تھا۔ اس لئے یہ بات روشن ہے کہ مکن پور شریف کا غیر آباد علاقہ بھی حدود قنوج میں تھا۔ ہندوستان کے سب سے قدیم شہروں میں سے ایک شہر قنوج ہے جس کی حکومت اور حکمرانی مکن پور شریف کے علاقوں پر ہزاروں برس تک رہی ہے۔

جب حضور مدار پاکؒ کو مکن پور شریف کی طرف جانے کا حکم صادر فرمایا گیا تو یہ اشارہ بھی کردیا گیا ایک غیبی ندا کے ذریعہ بدیع الدین ہندوستان میں ''قنوج'' کے مضافات میں تم کو جا کر آباد ہونا ہے آج یہ مقام مرجع خلائق بن

گیا ہے۔قنوج ایک ایسی قدیم آبادی ہے جس نے اس ملک ہندوستان میں رونما ہونے والے ہر انقلاب کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔"قنوج" ہندوستان کی قدیم سے قدیم تر تہذیب اور روایات کا چشم دید گواہ ہے۔ ہندوستان میں آنے والے بزرگان دین کے نورانی قافلے، مسلمانوں کی فتح و نصرت کی تابناک تاریخ، مسلمانوں کے عروج و زوال کی اثر اندازیاں، آریوں کی آمد، تاتاریوں کی یورش، راجاؤں اور بادشاہوں کی بدلتی ہوئی حکومتیں، میدان کارزار میں قتل و غارت گری، حکومت اور سلطنت کے جھگڑے، انسانی قدروں کی پامالی، برطانوی اقتدار کا طوفان اور آزاد ملک کی بہاریں یہ سب کچھ قنوج کی پیشانی پر سنہرے حروف سے لکھا دکھائی دیتا ہے۔ اور کیا تھا؟

مکن پورشریف کی تحصیل بلھور کا مختصر تاریخی جائزہ:۔ مکن پور شریف سے صرف ۷(سات) میل کی دوری پر قصبہ "بلھور" آباد ہے، یہ ایک قدیم بستی ہے مکن پور شریف سے اس قصبہ کا خاص تاریخی تعلق بھی ہے۔ یہ قصبہ شیر شاہ سوری شاہ راہ جو اب گرانٹ ٹرنک روڈ (جی۔ٹی روڈ) ہے اسی پر آباد ہے۔ جو بھی راجہ یا بادشاہ آستانہ عالیہ قطب المدارؒ پر حاضری دینے کیلئے مکن پور شریف آتا وہ قصبہ بلھور بھی اپنی توجہ دیکر اس کی تعمیر و ترقی کا حصہ دار بنتا رہا ہے۔ چنانچہ جب عالمگیر بادشاہ مکن پور شریف میں آستانہ پاک پر حاضری دینے آئے تو قصبہ بلھور میں ایک مسجد تعمیر کروائی جو آج بھی عالمگیری شاہی مسجد کے نام سے موجود ہے۔

مکن پور شریف شیر شاہ سوری روڈ سے صرف ۳(تین) میل کے فاصلے پر آباد ہے یہ روڈ شیر شاہ سوری کے عظیم کارناموں میں سے ایک ہے۔ شیر شاہ نے پندرہ برس افسری میں گزارے اور پانچ سال پورے ہندوستان پر حکومت کی۔ شیر شاہ بڑا عقل مند اور مدبر تھا۔ اس نے اپنے کارناموں کے پسندیدہ آثار دنیا میں چھوڑے ہیں۔ شیر شاہ نے اپنے عہد حکومت میں بنگالے اور سار گاؤں سے دریائے سندھ تک پندرہ سو میل پختہ سڑک بنوائی اور ہر کوس پر ایک کنواں اور پختہ مسجد تعمیر کی گئی۔ مسجدوں میں امام قاری اور موذن مقرر کئے گئے ان کو وظیفہ سرکاری خزانے سے ملتا تھا۔ ہر پانچ کوس کی دوری پر ایک سرائے قائم کی۔ سڑک کے دونوں طرف کھرنی، جامون، آم اور دوسرے میوہ جات کے درخت لگائے گئے تھے۔ اس راستے کے ذریعہ سیکڑوں راجاؤں اور بادشاہوں نے دور دراز سے آ کر بارگاہ قطب المدارؒ میں حاضری دی ہے۔ بلھور ایک قدیم تاریخی آبادی ہے۔ اور مکن پور شریف سے اس آبادی کا خاص تعلق رہا ہے۔

مکن پور شریف سے متصل ایک قدیم آبادی "دیوھا" اور اس کی تاریخی حیثیت:۔ تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے کہ ۱۳۱۷ھ میں محمد تغلق کا خونی سیلاب یہیں سے ہو کر گزرا تھا۔ یہ گاؤں مکن پور سے صرف ۲ میل کی مسافت پر آباد ہے۔ تاریخی حوالوں سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت قطب المدارؒ کے مکن پور آنے سے پہلے اور یہاں کی آبادی کئی سال پیشتر دیوہا کی آبادی موجود تھی۔ یہاں پر کئی اقوام و مذاہب کے لوگ آباد تھے۔ جن میں کئی خاندان ایسے تھے جو قنوج کے بادشاہوں کے درباروں میں مختلف عہدوں پر کام کرتے تھے۔

قنوج کی جو جغرافیائی تاریخ بیان کی جاتی ہے اس میں دیوہا کی آبادی کا ذکر کثرت سے ملتا ہے۔ ۱۳۱۷ھ میں بادشاہ محمد تغلق نے قنوج سے لیکر مہوبہ تک خوں ریزی کا بازار گرم کیا تھا جو اسی راستے سے ہو کر گزرا تھا اور دیوہا کے بہت سے لوگ اس قتل و غارت گری کا شکار ہوئے تھے۔

اگرچہ سلطان محمد شاہ تغلق ماہر علم و حکمت، علم نواز اور بہت سخی بادشاہ تھا مگر اس کی زندگی کا ہر حصہ ہزاروں انسانوں کے خون سے رنگا ہوا ہے۔ اس کی سخاوت کا حال یہ تھا کہ ایک معمولی فقیر کو اپنا شاہی خزانہ دیکر مطمئن نہ ہوتا اور یہی سمجھتا کہ ابھی کچھ نہیں دیا ہے۔ جب وہ تخت پر بیٹھا تو اس کے جشن مسرت میں جو جلوس نکلا اس میں بادشاہ محمد تغلق پر سے صدقہ کر کے اس قدر اشرفیاں اور روپیہ لٹایا گیا تھا کہ فقیروں نے بھیک مانگنا چھوڑ دیا تھا۔

جب محمد تغلق نے حدود قنوج میں قتل و غارت گری کو عام کیا تو یہ چھوٹی سی آبادی "دیوہا" بھی محفوظ نہ رہ سکی۔ "تاریخ فرشتہ" کے صفحہ نمبر ۴۳۵ پر تحریر ہے کہ:

"محمد تغلق کے دور حکومت کا احوال عجیب وغریب ہے، کسی بادشاہ کے حالات میں ایسے واقعات نہ لکھے گئے جیسے اس کا اعمال نامہ سیاہ ہے۔ یہ صرف غیاث الدین کے اس عجیب الخلقت جانشین ہی کا حصہ ہے۔
محمد تغلق خود شکار کھیلنے جاتا تھا اور بجائے جنگلی جانوروں کے شکار کرنے کے ہزاروں انسانوں کے خون سے اپنے تیر وخنجر کی پیاس بجھانا اور پھر ان تمام مقتولوں کے سر کاٹ کر محل کے کنگوروں پر لٹکا دیتا اور اس سے بھی جب اس کی پیاس نہ بجھی اور اس کا دل نہ بھرا تو اپنی سفا کی اور ظلم دکھاتا ہوا "قنوج" پہنچا اور حدود قنوج سے لیکر مہوبہ تک قتل وغارت گری، خوں ریزی کا بزار گرم کیا اور بے گناہوں کا خون پانی کی طرح بہادیا۔"

قنوج سے مہوبہ کا جو راستہ ہے وہ اسی علاقہ دیوہا سے ہو کر جاتا ہے۔ دیوہا کی آبادی قنوج کے مضافات کا ایک حصہ رہی ہے اور یہاں سے قنوج کی دوری صرف ۱۲ میل ہے اور یہی سبب ہے کہ جب سے دیوہا آباد ہے قنوج کے ہر انقلاب کا ایک حصہ بنتا رہا ہے اور قنوج کے تاریخی انقلابات کا چشم دید گواہ بھی رہا ہے۔ یہاں کی قدیم عمارتوں کی تاریخوں سے پتہ چلتا ہے کہ ساتویں صدی ہجری میں یہ آبادی قیام عمل میں آچکی تھی۔

یہاں پر ایک مجذوبہ کا قدیم مقبرہ ہے جن کا نام "بی بی بہور" ہے اور انہیں کے سبب اس آبادی کا تعلق مکن پور سے رہا ہے۔ ۸۱۸ھ میں جب حضرت قطب المدارؒ مکن پور کی اس غیر آباد حصہ ارضی پر تشریف لائے تو بی بی بہور نام کی یہ مجذوبہ موجود تھیں۔ تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے کہ وہ برہنہ (بے پردہ) رہا کرتی تھیں اور حضرت قطب المدارؒ کی آمد کی خبر سنتے ہی انہوں نے لباس زیب تن فرمایا اور پردہ داری کا مکمل اہتمام کر کے باقی زندگی اسلامی شعار کے مطابق گزاری۔

حکیم فرید احمد نقش بندی اپنی تصنیف "مدار اعظم" (سن تصنیف ۱۳۳۳ھ) میں صفحہ نمبر ۸۶ پر رقم طراز ہیں:۔

"بی بی بہور ایک مجذوبہ تھیں جو برہنہ رہا کرتی تھیں (بے پردہ رہتی تھیں) لوگ جب اس کا سبب دریافت کرتے تو فرمایا کرتی تھیں کہ کوئی مرد ہی نہیں ہے جس سے پردہ کروں، چنانچہ حضرت قطب المدارؒ کی آمد کی خبر سن کر ہی انہوں نے پردہ اختیار کر لیا تھا۔"

(باقی آئندہ)

☆☆☆

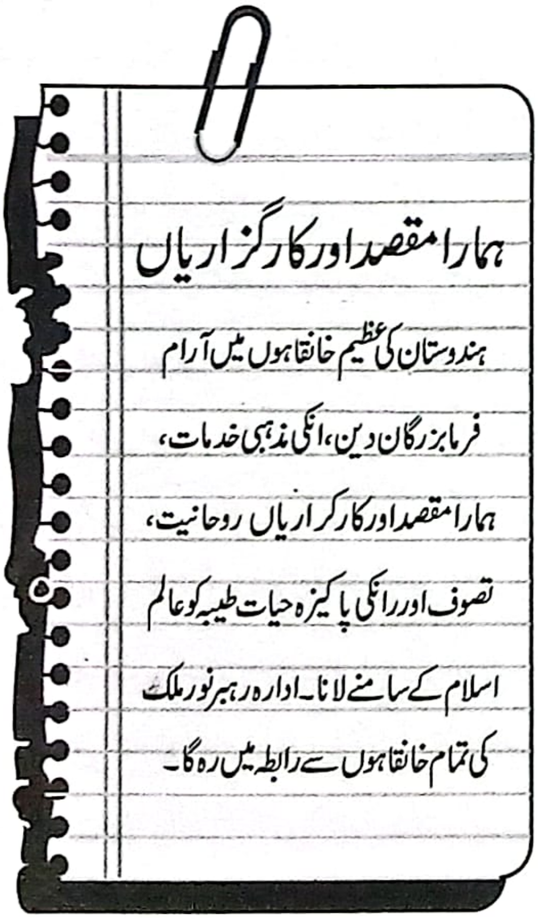

حضور قطب المدار گنجینۂ فیوض وبرکات

سیّد سلمان اشرف جائس شریف

آفتاب رسالت ماہتاب نبوت خاتم النبیین رحمۃ اللعالمین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جب دین مکمل ہوگیا تو اب قیامت تک سارے جہان کو کسی دستور حیات کی ضرورت نہیں نبوت کا دروازہ بند کر دیا گیا اللہ وحدہ لاشریک نے اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا کی آیت نازل کر کے سرکار رسالت کو انکی خدمات نبوت کے تمام ہونے سے آگاہ کر دیا تو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم بھی رفیق اعلی کے وصال کے لئے آمادہ شوق ہو گئے اس سے پہلے آپ نے حجۃ الوداع کے خطبے میں انسانیت کا منشور رشد وہدایت کا لائحہ عمل اسلام کی آفاقیت کا منصوبہ پیغام نبوت ہدایت کی ترسیل وترویج واشاعت اور اسکے اسلوب کی ذمہ داریاں معیار کرامت کا مدار وانحصار اور قیادت کے لئے جامع حکمتوں سے آراستہ وصیت تلقین فرمائی اور اعلان فرمایا الا لافضل لعربی علی عجمی، و لا لعجمی علی عربی، و لا لا حمر علی اسود، ولا لاسود علی احمر الا بالتقوی عربی کو عجمی پر عجمی کو عربی پر گورے کو کالے پر کالے کو گورے پر کوئی فضیلت نہیں مگر صرف تقوی و پرہیز گاری کی بنیاد پر کما قولہ تعالی *ان اکرمکم عند اللہ اتقٰکم * یعنی تم میں اللہ کے نزدیک مکرم وہی ہے جو زیادہ متقی اور پرہیز گار ہے آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس پیغام کو سنا کر مخاطبین کو یہ ذمہ داری عطا فرمادی کی وہ بعد والوں تک اس پیغام ہدایت کو پہونچائیں جس کی مدت قیامت تک ہے آل واصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ذمہ داری کو بڑی جانفشانی دیانت داری خلوص کی گہرائیوں بڑی مشقت ریزیوں جذبہ للّٰہیت کی فراوانیوں . کے ساتھ استقامت ومحبت کے پیکر بن کر ایمانی حوصلوں کا مظہر بنکر ایثار وقربانی کا خوگر بنکر نبھایا اور اسکا حق ادا کیا تاریخ

انسانیت میں دوسری قومیں اسکی مثال پیش کرنے سے قاصر ہیں انھیں مقدس سلسلوں کی کڑیوں میں سادات صوفیاء اولیاء اکابرین واصلین حق کے ایسی پاکیزہ پرنور جواہر ہیں جنھوں نے اپنی تابندگی سے سارے ادوار وعرصات جہاں کو منور کر دیا العلماء ورثۃ الانبیاء کی میراث سے مالا مال ہوکر علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل کی روحانی مماثلت عکس مبین بنکر زمام کار ہدایت کو تھام کر خوب فرض کفایہ ادا کیا جس پر امت رسول تا قیام قیامت تشکر واحسان کے جذبے سے سرشار رہے گی انھیں اولیاء میں سے ایک ذات اقدس *یرجع عن جھاد الاصغر الی جھاد الاکبر کا مظہر کامل نائب رسول اعظم علی الحق والاطلاق غواص بحر توحید ومعرفت پیکر جود وعطا صاحب فضل وعطا حامل لواء مصطفیٰ سراپا رحمت تشنگان عرفان کے لئے آبشار گم گشتگان راہ کے لئے رشد وہدایت کیمیا نقیب الانبیاء قدوۃ الاولیاء سلطان العرفاء محبوب باری سرتاج قلندراں امام علوم جن وانساں قبل حاجات مرجع انام مرشد العظام حضرت سیدنا سید بدیع الدین احمد زندہ شاہ مدار قدس سرہ بھی ہیں۔

صاحب طریقہ اویسیہ حضرت المعروف بہ القاب قطب المدار ومدار العالمین زندہ شاہ مدار کی ولادت باکرامت یکم شوال المکرم بروز دوشنبہ سنہ 242 ہجری ملک شام حلب قصبہ جنار میں ہوئی آپ مادر زاد ولی تھے

باوجوداس کے ظاہری تعلیم حضرت سیدنا حذیفہ شامی مرعشی جیسی امام زمانہ ہستی سے حاصل کی اور قرآن وحدیث تفسیر وفقہ اصول ومعانی ودیگر تمام علوم مروجہ کی تکمیل فرمائی چودہ سال کی عمر میں ہی جمیع علوم وفنون سے آراستہ وپیراستہ ہوگئے پھر بہ اجازت والدین کریمین سعادت حج سے مالا مال ہوئے دوران سفر حج سخت ریاضت ومجاہدے کے مراحل کو طے فرمایا اور فیوضات ربانیہ انوار الہیہ وبرکات روحانیہ سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے مستفید ومستفیض ہوکر باطنی اسرار کے کنز الابرار بن گئے۔

بیعت ظاہری سلطان العارفین مرجع الاولیاء سیدنا بایزید بسطامی رضی اللہ تعالی عنہ کے دست اقدس پر فرمائی چند سال آپکی توجہ خاص سے سرفراز ہوکر خلافت واجازت سے سرفراز ہوئے تھوڑی ہی مدت میں آپ ایک گوہر نایاب بن چکے تھے اور بہت سے سلاسل کی برکتوں کے جامع بنکر عازم راہ ہدایت ہوئے 282 ہجری میں ہندوستان تشریف لائے اور اسلام کی پاکیزہ خوشبوؤں سے ہندوستان کے گوشوں کو معطر فرمادیا حضرت مدار پاک کی خدمات جلیلہ سے ہر خطے میں کلمۂ حق لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے پھول کھل اٹھے حضرت زندہ شاہ مدار کی تبلیغی سرگرمیوں کا جائزہ لینے والا حیرت میں پڑجاتا ہے اور اتنی طویل العمر خدمت وتبلیغ کا احاطہ کرنے سے اپنے آپکو عاجز پاتا ہے ظاہر ہے جسکی حیات پاک مسلسل ساڑھے پانچ صدیوں تک گردش میں رہی ہو اسکے سفر وحضر کی تفصیلات کا احاطہ تقریباً غیر ممکن ہی ہے یہی سبب ہے کہ آج بھی ہماری نظروں سے انکی حیات وخدمات کے بیشتر ابواب اوجھل ہیں مگر جتنی معلومات مہیا ہیں وہ بے مثال وبے نظیر ہیں حضرت مدار العالمین نے جس علاقے کو اپنے قدوم مبارک سے سرفراز فرمایا اسکو اسلام کی بہاروں سے آشنا کردیا لاکھوں لوگ آپکے جمال یوسفی کے گرویدہ ہوکر اسلام کے دامن میں آگئے حضرت قطب المدار کی نگاہ کیمیا اثر نے بڑی بڑی جماعتوں کو انوار ولایت سے مالا مال کردیا کبھی حضرت مدار والی کشور ولایت بنکر تخت ولایت پر پوری شان وشوکت کے ساتھ جلوہ گر ہوتے تو کبھی اپنی آستینوں سے ید بیضاء کی تصویر اپنی کرامت کی شکل میں پیش کرتے اور کبھی جلال طور سینا کے عنوان پر پرتو کلیم بنکر زیر نقاب روحانی حجاب زیب رخ فرماتے کیونکہ خلقت کو آپ کے دیدار کی تاب نہ رہتی تھی

حضرت سیدنا بدیع الدین زندہ شاہ مدار کے مقامات کی سیر کرنا ان اولیاء واتقیا وعارفین کی جماعت سے پوچھوں جنھوں نے آپ سے اکتساب فیض کیا مشاہیر اولیاء کبار کی ایک بہت بڑی تعداد آپ سے وابستہ رہی اور آپکے علوم ومعارف اور کنوز حکمت وسلوک سے واضح مقدار میں فیض اٹھایا اور برملا اعتراف بھی کیا ہے اور آنحضرت سے اخذ کردہ نعمتوں پر ناز وشکر کرتے نظر آئے ہیں جنکی تفصیلات اولیاء صوفیاء کے ملفوظات ومکتوبات ومحققین ومورخین کی نگارشات میں جابجا نظر آتی ہیں چنانچہ متواتر شواہد کی کثرت بتا رہی ہے کہ حضرت زندہ شاہ مدار ذات ستودہ صفات کا مقام ومرتبہ کیا ہے میرے لئے خاص کر سارے جہاں میں عرفان وطریقت کے لئے عام طور پر غوث العالم تارک السلطنت مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ کا بیان حق ترجمان ایک روشن برہان ہے جو مقام مدار العالمین کی عظمتوں صفتوں کے ذکر سے مملوو منور ہے تارک السلطنت محبوب یزدانی غوث العالم مخدوم اوحد الدین میر سید اشرف جہانگیر قدس سرہ خود ولایت کے جس مرتبہ کمال پر فائز ہیں آج بھی انکی چوکھٹ سے فیض وبرکات کے چشمے ابل رہے ہیں ایسی عظیم علمی روحانی شخصیت حضرت مدار پاک کی صحبت میں بارہ سال تک سفر وحضر میں رہی اور بیشمار نعمتوں کے حصول کا اعتراف کرتی ہے۔

قطب المدار کے علوم ومعارف بشمول علم کیمیا سیمیا ہیمیا ریمیا میں مہارت کا بیان کرتی ہے حضرت مدار پاک کے شایان شان خزانے محبت پیش کرتے ہوئے آپکو رخصت کرتی ہے اور آپ سے خرقۂ محبت کا حصول کرتی ہے اور طریقت کی خلافتوں سے بھی بہریاب ہوتی ہے اتنے ناز ونعم کے مظاہرے وبے بہا موانست ومحبت وموافقت مواظبت مجالبت ومرافقت

کے مشاہدات کے بعد نہ کسی حجت کی ضرورت ہے نہ کسی دلیل کی حاجت ہے نہ کسی الحاقی عبارت کی کوئی حیثیت ہے لہذا مخدوم اشرف کے طرز عمل وبیان نے بتادیا کہ حضرت قطب المدار کا فیضان انکے زمانمیں بھی جاری تھا اور قیامت تک تشنگان علوم ومعرفت وروحانیت مشرب مدار سے اپنی روحانی پیاس بجھاتے رہیں گے اور سلسلہ مداریہ کے ستارے روشن رہیں گے نبوت کا دروازہ بند ہوا ہے ہدایت کا دروازہ نہیں رہبری کا نہیں سلوک وتصوف کا نہیں آج جسطرح سارے سلسلوں کا فیضان جاری ہے سلسلہ عالیہ مداریہ کا فیض بھی خوب سے خوب تر جاری وساری ہے اور مجھے بھی اسکا فیض میرے مخدوم کے طفیل حاصل ہے میری حضرت مدار پاک سے الفت میرے مخدوم ومرشد کا ورثہ ہے جو میرے لئے سرمایۂ حیات ہے میری نجات وبخشش کا سہارا ہے آسمان ولایت کا یہ آفتاب سنہ 838 ہجری میں روپوش ہوگیا اور مکنپور کی سرزمین کو فیض بخش خاص وعام مرجع انام بنا کر آج بھی اپنی روحانی سلطنت پر متمکن ہوکر ایک زمانے کو فیضیاب کررہا ہے اور تا صبح قیامت کرتا رہیگا اللہ رب العزت کی بارگاہ میں فقیر دعاء گو ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت مدار العالمین کے فیوض وبرکات سے مجھکو میرے خاندان کو اولاد واحفاد کو تا جہاں درجہاں مالا مال رکھے اور حضور مخدوم اشرف سمنانی کے وسیلے سے ساری نعمتوں سے دامن مراد بھرتا رہے آمین بجاہ سید المرسلین واشرف العالمین ومدار العالمین۔

حضرت مولانا قیصر رضا مداری کے پیہم اصرار وحوصلہ افزائی پر اپنی زندگی کی پہلی قلمی نثری کاوش مختصراً بارگاہ سرکار مکن پور سیدنا قطب المدار میں پیش کررہا ہوں ان شاء اللہ زندگی رہی تو ایک تفصیلی مضمون کتاب کی شکل میں پیش کرنیکی کوشش کرونگا اب زبان چلتے چلتے قلم چلنے کے کا بھی آغاز ہوگیا ھے اب ان شاء اللہ حضرت مدار پاک کے فیض سے یہ سلسلہ بھی چلتا رہیگا۔

☆☆☆

سات چیزوں سے ہمیشہ پرہیز کرو

حضور نبی پاک ﷺ نے فرمایا۔ سات چیزوں سے بچو جو ہلاک کردینے والی ہیں۔

۱/ اللہ کے ساتھ شرک نہ کرو۔

۲/ جادو کرنا۔

۳/ سود کھانا۔

۴/ کسی کو ناحق قتل کرنا۔

۵/ یتیم کا مال ہضم کرنا۔

۶/ میدان جہاد سے بھاگنا۔

۷/ بھولی اور پاک دامن عورت پر زنا کی تہمت لگانا۔

اعلان

ادارہ رہبر نور کی علمی ادبی کاوشوں، زبان وادب کے فروغ، تصوف کے پیغامات، بزرگان دین کی خدمات جلیلہ، اولیائے کاملین کی تبلیغی سرگرمیاں اور دینی وعلمی مسائل کے حل کی سعی وکوشش وغیرہ پر آپ اپنے خیالات کا اظہار فرمائیں۔

اگر آپ کی رائے محققانہ اور منصفانہ ہوگی تو رسالہ کے اوراق میں جگہ دیتے ہوئے انہیں شائع کیا جائیگا۔ آپ اپنی رائے واٹس اپ یا ای میل کے ذریعہ ہم کو بھیج سکتے ہیں۔

واٹس اپ نمبر 9956677119

ای میل muqtidahusainjafri1008@gmail.com

اسلام کی عالمگیر شہرت اور مقبولیت

دنیائے انسانیت کیلئے ایک سبق آموز پیغام

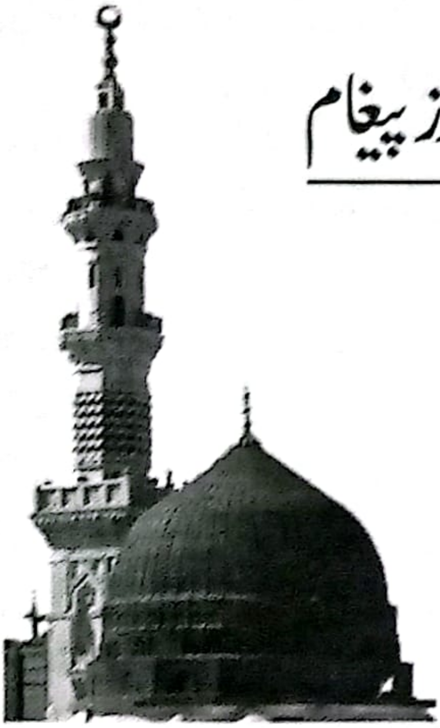

اسلام کی عالمگیر مقبولیت اور کا راز مضمر ہے تکمیل احکامات الٰہی اور نبی آخرالزماں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مشن کے پورا کرنے میں جس کے متعلق بلا مبالغہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ (مشن) یعنی وہ اصول زندگی اور مذہب جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر انسان کو اونچے درجہ کا انسان بنانے کیلئے عطا فرمایا ہے وہ اپنی بے شمار خوبیوں کے ساتھ بے مثال ہے۔

اس وقت اس سے کوئی بحث نہیں کہ کتنے مسلمان ان اصول زندگی پر عمل کر رہے ہیں اور نبی کے اس مشن کو پورا کر رہے ہیں۔ ہاں! بلاشک یہ مسلم ہے کہ جس زمانہ میں جہاں کہیں جو مسلمان جماعتیں، صراط مستقیم پر گامزن رہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشن کی تکمیل میں، تن، من، دھن قربان کرڈالے وہی مسلمان جماعتیں حکمراں رہیں۔ وہی زمانہ خوشحال رہا، وہی مقام پرامن رہا۔ اس کے برعکس جو مسلم جماعتیں یا برادریاں جہاں کہیں جس جگہ اصول اسلام اور صراط مستقیم پر پورا پورا عمل نہ کرسکیں (خواہ جہالت کے سبب یا کسی اقتدار کی خیر خواہی کے سبب یا اتباع خواہشات کے سبب) تو وہی جماعتیں یا برادریاں حقیر و ذلیل اور غلام رہیں ان کے لئے وہ زمانہ ناخوشگوار رہا اور وہ مقام ان کے لئے غیر مامون رہا۔

میرے خیال میں اس کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ اب سے چند صدیوں قبل مسلمان اپنی زندگی کی خامیوں کو دور کرنے کیلئے سرور عالم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مقدسہ سے وہ سبق حاصل کرتا تھا جو گنجینۂ فتح و نصرت اور اخلاق حمیدہ کا طغرہ ہے۔ جن کو پڑھنے اور سننے سے ایمان مومن میں تازگی پیدا ہوجاتی ہے۔ خوابیدگی بیداری میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ انسان میں شرافت و حریت کا باعظمت جذبہ پیدا ہوجاتا ہے۔ موجودہ زمانہ میں کچھ مسلمانوں نے سیرت مقدسہ کو اپنی عقیدت کی تختی پر ایک خاص عنوان کے ساتھ قائم کررکھا ہے۔ گویا مصر کی روایتی بڑھیاں کی طرح یوسف کی خریداری کا عزم خام معلوم ہوتا ہے۔ سیرت پاک کا موضوع نہایت باعظمت موضوع ہے اور اعتراف عظمت کے لئے باعظمت انسان ہونا ضروری ہے۔

چنانچہ لازم ہے کہ مسلمان سیرت مقدسہ کے ذکر و سماعت کے وقت وہ اہم موضوع سامنے رکھیں جن کا گہرا تعلق اسلام کے ارتقا پسند از کار سے ہو۔ جن کے سبب انسان میں ذہنی فکر سے عملی و سماجی انقلاب پیدا ہو۔

سیرت پاک کا صرف ولادت رسول تک محدود کردینا تعمیر اخلاق وانسانیت کے لئے کافی نہیں، دراصل سیرت مقدسہ کا صحیح ماخذ قرآن کریم ہے اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس زندگی کو نمایاں طور پر بیان کرتا ہے جس میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے توحید کی دعوت دے کر بندگان خدا کو گمراہی سے روکا اور اس مشن کے پورا کرنے میں بے حد مصائب برداشت کئے۔ اپنے رشتہ داروں کی گالیاں سنیں دشمنوں کے پتھر کھائے، عزیزوں کے طعنے سہے پھر بھی پیشانی پر ایک بل نہ آنے دیا اور برابر ایک سپاہی کی طرح توحید کی دعوت دیتے رہے۔ اس راہ میں کامیابی حاصل کر کے رسول اور امت رسول خدا نے جناب رب العزت سے جو سند (سرٹیفکٹ) حاصل کی ہے وہ قرآن میں موجود ہے۔

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ

اسی طرح سیرت کے اور بھی ایسے اہم پہلو ہیں جو باعثِ اصلاح زندگی وموجب حسنات ہیں۔ ملاحظہ کیجئے۔

اخلاق نبوی کی فتح

جب رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے چالیس لاکھ مربع میل کے عربستانی بحر وبر میں اسلامی حکومت قائم کردی تو اپنے اخلاق حمیدہ اور نظام جمہوریتِ اسلام کا وہ بلند پایہ ثبوت پیش کیا جس کی مثال نہیں ملتی حتی کہ دشمنان اسلام نے بغیر جنگ کے اسلام قبول کرنا شروع کردیا۔ ''علیٰ ہذالقیاس'' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مقدسہ کا ایک روشن باب یہ بھی ہے کہ جب عرب میں غلامی کی وبا عام تھی اور نسلاً بعد نسلٍ اللہ کے بندے غلام رہتے تھے یہاں تک کہ ان کی جبلت بھی غلامانہ ہوچکی تھی اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے درس احترامِ انسانیت پیش کیا اور تحریک آزادی جاری کی عرب کے مسلمان امراء نے اس مشن کی تکمیل اس طرح کی کہ اپنی دولت سے غلاموں کو خریدا اور آزاد کردیا۔ تحریک مساوات چلی تو ایک مسلمان آقا نے کچھ دور اونٹ پر بیٹھ کر سفر کیا بعد ازاں غلام کو اونٹ پر بیٹھا کر خود نکیل پکڑی اور ساربان بن کر چلا۔ غلاموں کو پاس بیٹھا کر کھلانے پلانے میں کبھی عیب نہ جانا۔ نہ صرف یہ بلکہ جملہ فتوحات کے بعد عروج سلطنت اسلام میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب کی ان کافرا کائیوں کو بھی تسلیم کیا اور ان کو زندگی کی جملہ سہولتیں دیں جو اکائیاں کسی شمار میں نہ تھیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم امن پسند صلح کن عادت کے مالک تھے۔ اسی بنا پر آپ دشمنوں کے دلوں پر بھی کوئی غبار پیدا کرنا نہیں چاہتے تھے۔ احتمال شر کے پیش نظر توحید ورسالت کی دعوت نہایت اونچے اخلاقی انداز میں دیا کرتے تھے۔

انداز تبلیغ

ندائے عزوجل کی ہستی کا اقرار تمام نیکیوں کا سرچشمہ ہے اور خدا کے قادر وقیوم ہونے کا یقین ایک لازوال سہارا ہے۔ جب تک اس یقین میں پختگی رہتی ہے اس وقت تک مرد مومن میں بے باکی، کوہکی ومہتابی قائم رہتی ہے۔ جب اس یقین میں شک پیدا ہوجاتا ہے تو عملی کوششوں سے انسان عاجز ہوکر پریشان ہوجاتا ہے۔ حسن عمل کی ہزار سعی کے باوجود عدل وانصاف کی حدود قائم نہیں رکھ سکتا۔ خود انسان اپنے بھائی انسان کے لئے درندہ بن جاتا ہے۔ کیونکہ جب کسی محاسب کا یقین ہی نہیں تو پھر اچھے اور برے کام کا جائزہ کون لیگا جب کوئی حاکم ہی نہیں تو چور کو چوری کی سزا کا کیا خوف ہوگا۔ لہٰذا دین الٰہی کی امتیازی شان اس کے قانونی مستثنیات پر ہے جن کو دیکھ کر خدا ناشناس انسان گھبرا اُٹھتا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

يُرِيْدُاللّٰهَ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَايُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ

اللہ تعالیٰ (اپنے دین کے سبب) تمہاری مشکوں کو آسان کرنا چاہتا ہے۔ تمہاری زندگی کو دشوار بنانا نہیں چاہتا۔

مسلمانو! دین کی قیود وبندشوں سے گھبراؤ نہیں بظاہر منکرین توحید کے گروہ میں جو حسن عمل کا رنگ جھلکتا ہے اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ منکر خدا بظاہر عاقبت کی جزا وسزا سے دلیرانہ بے پروائی کا اظہار کرتا ہے۔ مگر دل ودماغ کے گوشوں میں یہ اندیشہ ضرور رکھتا ہے کہ مبادا اس وسیع کائنات کا کوئی پروردگار ہو۔ جو مجھے مرنے کے بعد زندہ کرے اور اعمالِ نیک وبد کا جائزہ لے۔ تاہم صرف وہم وگمان پر تکمیل حسنات نہیں اور نہ ہی اس عمل کا کوئی اجر ہے جب تک کہ یقین کامل نہ ہو۔ ہر عمل میں کمال پیدا کرنے کے لئے یقین وعمل کی ضرورت ہے، چنانچہ اسلام کا دعویٰ یہی ہے کہ اس کائنات کا خالق ومالک خدا تعالیٰ ہے۔ اور وہی محاسب ہے۔ اسی دعوت کو نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم نے امتیازی حیثیت سے پیش کیا۔ جہاں اسلام کی راہ میں اخلاقی ہتھیار ناکام ہوئے وہاں اسلام کے مجاہدوں پر یہ فرض ہوگیا کہ اب اپنی طاقت ومردانگی کا بے خوف وخطر استعمال کریں چونکہ اسلام نے اپنی دعوت کے ساتھ مسلمانوں میں جو روح پھونکی ہے اس کا اصل منشا یہ ہے کہ ہر مسلمان نمازی ہو تو غازی بھی ہو، زاہد ہو تو مجاہد بھی ہو

۔صراط مستقیم پر رضائے مولیٰ حاصل کرنے کے لئے بندگانِ خدا کو حق مبین کی دعوت پہنچانے کے لئے جان و مال کی قربانی دیدے جس طرح اصحاب کرام نے خدا کی راہ میں سب کچھ قربان کر کے چمن اسلام کو سرسبز بنایا ہے۔ وہ صرف غازی عابد و زاہد ہی نہیں تھے بلکہ حریص شہادت اور شمع اسلام کے جانباز پروانے بھی تھے دراصل انہوں نے سیرت مقدسہ سے کامیاب سبق حاصل کیا۔

یہ وہ جذبہ ہے جس نے دولتِ توحید کے ساتھ قلب مومن میں اپنی لازوال جگہ بنائی اسی جذبہ و شان و شوکت کے پیش نظر محبوب خدا نے اپنے سچے خدا پرست ساتھیوں کو ساتھ لیکر دشمنانِ اسلام کی سرکوبی کیلئے جنگیں بھی لڑیں۔ تاریخ اسلام جہاں غزوات نبوی کا اقرار کرتی ہے وہاں جنگی میدانوں میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے امن پسند خصائل و شمائل کا سرنگوں اعتراف بھی کرتی ہے سیرت مقدسہ کی روشنی میں دیکھنا یہی ہے کہ جنگیں تو حکومتوں میں ہوتی ہی ہیں لیکن دوران جنگ میں جنگی سپاہیوں اور لشکر جرار کو اس کے امیر کی جانب سے ایسی امن پسند ہدایات دی جاتی ہیں یا نہیں (جیسا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدایات دیں) حقیقت میں ذکر جنگ و جہاد سے زیادہ اہم و قابل غور ذکر یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جذباتی طوفان میں بھی بلا امتیاز مذہب عورتوں، بچوں، ضعیفوں، پناہ گزینوں کے تحفظ کا حکم صادر فرمایا۔ اور دعوت حق کو ہر چند پر امن طریقہ پر پہنچایا۔ مثالاً صلح حدیبیہ ہی کو لیجئے۔ اس صلح میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ''دب کر'' صلح کرنا صرف سیاسی نقطۂ نظر نہ تھا بلکہ امن پسند اور انسانوں کے درمیان یکجہتی پیدا کرنے کیلئے ایک مہلت دینا مقصود تھا۔ تاریخ اسلام نے بھی اس واقعہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقی و امن پسندانہ پہلو کو روشن طریقہ پر بیان کیا ہے جیسا کہ مختصر ذیل میں درج ہے۔

وطن کی یاد اور صلح حدیبیہ

کب تک وطن کی یاد نہ آتی۔ کیونکہ وطن سے دوری اور محبوب کی مہجوری انسان کو ماہی بے آب کر دیتی ہے۔ اولاد اور وطن کے لئے خوبصورتی و شادابی شرط نہیں ہے۔ ماتا حسن و جمال کی پابند نہیں ہوتی اور نہ ہی وطن کی محبت اس کے دلکش مناظر کی محتاج ہے۔ وطن ہر صورت میں پیارا ہوتا ہے خواہ وہ بالوریت کا مندر کیوں نہ ہو۔ اولاد محبوب ہوتی ہے خواہ وہ نظر غیر میں کتنی ہی گری ہوئی کیوں نہ۔

اب مسلمانوں کو سکون کا سانس آیا تھا۔ کیونکہ ہجرت کے بعد سالہا سال کی مصیبتوں سے فراغت نصیب ہوئی کہ وطن عزیز کی یاد نے دل کو ہزار جلوؤں کا روضۂ لارم بنا دیا۔ مدینہ میں بیٹھے بیٹھے مکہ کے چمن کا تصور آیا۔ پھر آیا۔ اور بے قرار کر گیا۔ جبینِ عبادت گزار نے بابِ حرم پر جبیں سائی کی خواہش کی۔ مجاہدین اسلام و مہاجرین مکہ دیدار مکہ کے شوق میں ان بگڈنڈیوں پر جا بیٹھے تھے جہاں جرسِ کارواں کی آواز صبح کے سکوت میں ایسی معلوم ہوتی تھی جس طرح روشن و رنگین ستاروں کی گنجان آبادی میں مقدس فرشتے کسی معبد میں خدا کی حمد شروع کرنے سے قبل سنہری گھنٹیاں بجا کر اپنی خفیہ عقیدتوں کو جگا رہے ہیں۔ زمین تہامہ کی صبح نسیم کے سرمدی نغموں سے ساری فضا مثل ''جلترنگ'' رودہ سرود کے زیر و بم کو بھی ماند کر رہی تھی۔ یثرب کی رنگین صبح زرّیں

قبا اوڑھے کھڑی ہے اب مہاجر کی جان عالم بے خودی میں لیلائے وطن کے حسن و جمال سے ہم کنار ہو رہی ہے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ جن پر اہل مکہ کی ستم گری نے مکہ کی زمین تنگ کر دی تھی اس پردیسی کو اپنے دیس کی یاد آئی اور اس کے دل میں ایک ہوک اُٹھی وہ پکار اُٹھے۔

الا لیت شعری ہل ابیتن لیلة　بواد وحولی اذخر وجلیل
ھل اردن یوماً میاہ مجنة　وھل یبدون لی شامة ونخیل

اب وہ امنگیں پوری ہوئیں۔ فریضہ حج کی نیت سے مدنی قافلہ مکہ کی طرف چلا۔

صلح حدیبیہ

چھ برس کے بعد سردارانِ عرب و عجم نے مکہ کی طرف باگیں پھیریں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نورانی قافلہ کے ساتھ اہل ایمان کا قافلہ

روانہ ہوا۔ اس قافلے میں عورتیں، مرد، بچے ساتھ تھے۔ امن پسند نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہتھیار ساتھ لے جانے کی اجازت نہ دی اس خیال سے کہ مبادا اہل مکہ کو حملہ کا خدشہ نہ ہو جائے۔ صرف قربانی کے اونٹ لے جانے اور احرام باندھنے کی اجازت دے کر قافلہ روانہ کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے راستہ تبدیل کر کے جانا چاہا لیکن دشمن کو مخبروں نے خبر پہنچا دی مقام بیر پر ڈیرے ڈالدیئے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ایلچی بنا کر بھیجا تا کہ وہ اہل قریش کو صلح کی جانب مائل کریں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مکہ تشریف لے گئے، اہل قریش نے صلح کی کوئی بات سننے سے قبل حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو نظر بند کر دیا۔ یہ خبر مشہور ہوگئی کہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا۔ یہ سنتے ہی مسلمان برانگیختہ ہو گئے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی یہ خبر سن کر مضطرب ہو گئے۔ اور ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر بیعت لینے لگے اس کو بیعت رضوان کہتے ہیں۔ اس میں مسلمان عورتوں نے بھی حصہ لیا اور فیصلہ کن جنگ کا عہد کر لیا۔ ایسے مواقع پر اسلامی رو سے عورتوں کی جنگ میں شمولیت ممنوع نہیں ہے کیونکہ عصمت کی حفاظت فتح کی صورت میں ہی صحیح ہو سکتی ہے اور شکست خوردہ قوم کی عورتوں کی عصمت بے بھاؤ کی کوڑی کی طرف ہو جاتی ہے۔

اہل قریش نے سہل ابن عمر کو صلح کی شرائط طے کرنے کیلئے بھیجا۔ یہ بہت زباں دراز اور ہوشمند تھا۔ معاہدہ قلمبند ہونے لگا بات بات پر سہل نے اعتراض کئے اول بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پر اعتراض کیا اور کہا کہ پرانے رواج کے مطابق باسمک اللھم لکھو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منظور فرمایا۔ آخر میں لکھا یہ معاہدہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے ہے سہل نے کہا کہ ہم آپ کو رسول مانتے تو لڑائی کیوں ہوتی۔ اس کو بھی کاٹ دو صرف محمد ابن عبداللہ لکھو۔ امن پسند نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام اصحاب کی ناراضی کے باوجود منظور کر لیا اور معاہدہ ہو گیا۔ اسی اثنا میں سہل کا لڑکا ابوجندل زخمی حالت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور کہا کہ مجھ کو کافروں نے مارا ہے، بچاؤ۔ سہل نے کہا کہ معاہدہ کی تکمیل بھی نہیں ہوئی ہے نبی نے ایفائے عہد کی خاطر ابوجندل کو واپس دے دیا اور دعا کی کہ خدا ہم کو فتح دے۔

حقیقت یہی ہے کہ احزاب کی فتح نے اور حدیبیہ کی صلح نے مسلمانوں پر پر امن تبلیغ کے دروازے کھول دیئے اور مسلمان بے باک ہو کر پیغام خدا پہنچانے لگے۔ شمع نبوت سے روشنی لے کر چند اصحاب دنیا کو اسلام کی دعوت دینے نکلے قیصر وروم، خسرو ایران، والی مصر، شاہ حبش، روسائے یمامہ، رئیس شام حارث غسانی کو بھی پیغامِ توحید سنایا کہ اسلام ہی سلامتی کا مذہب ہے اس طرف آؤ اور دارین کی فلاح پاؤ۔

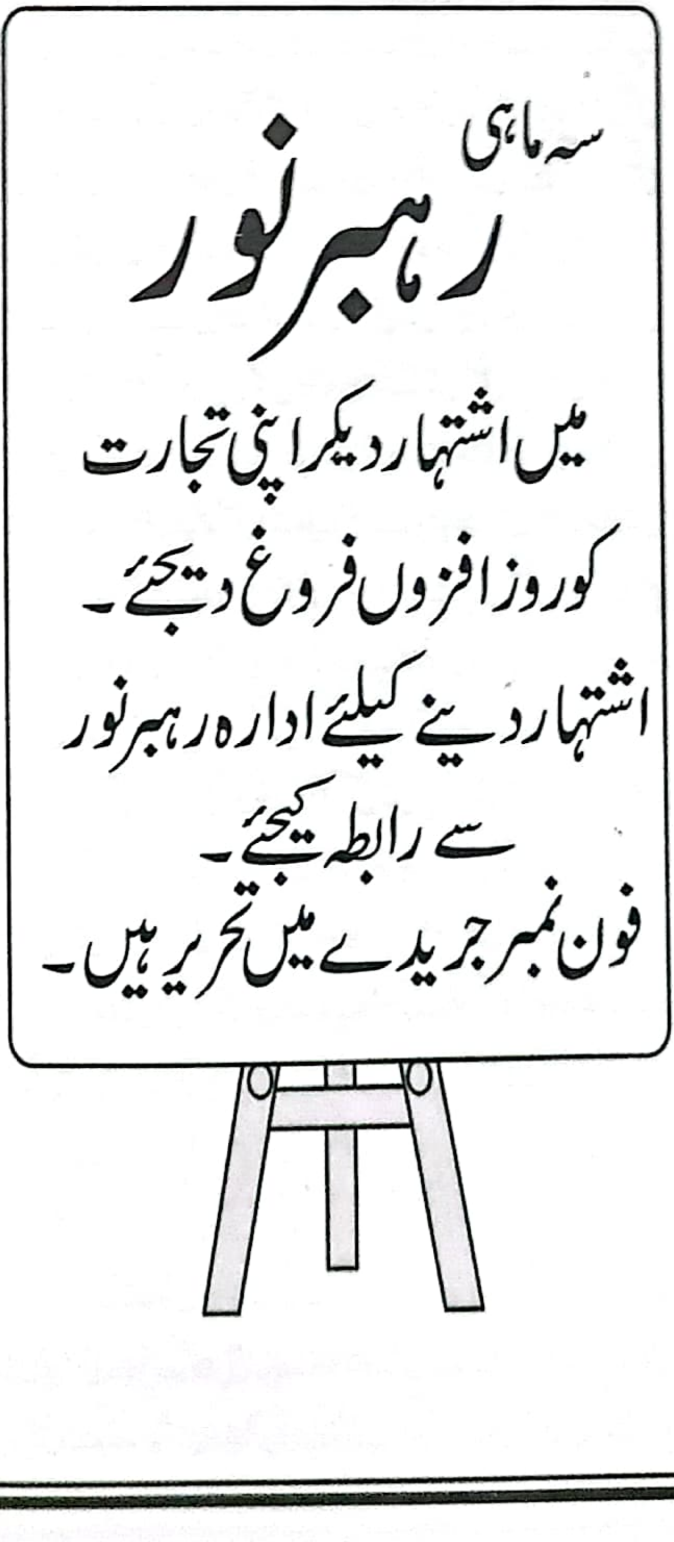

ڈاکٹر آئی۔ ایچ جعفری عامر محسن پیمنی

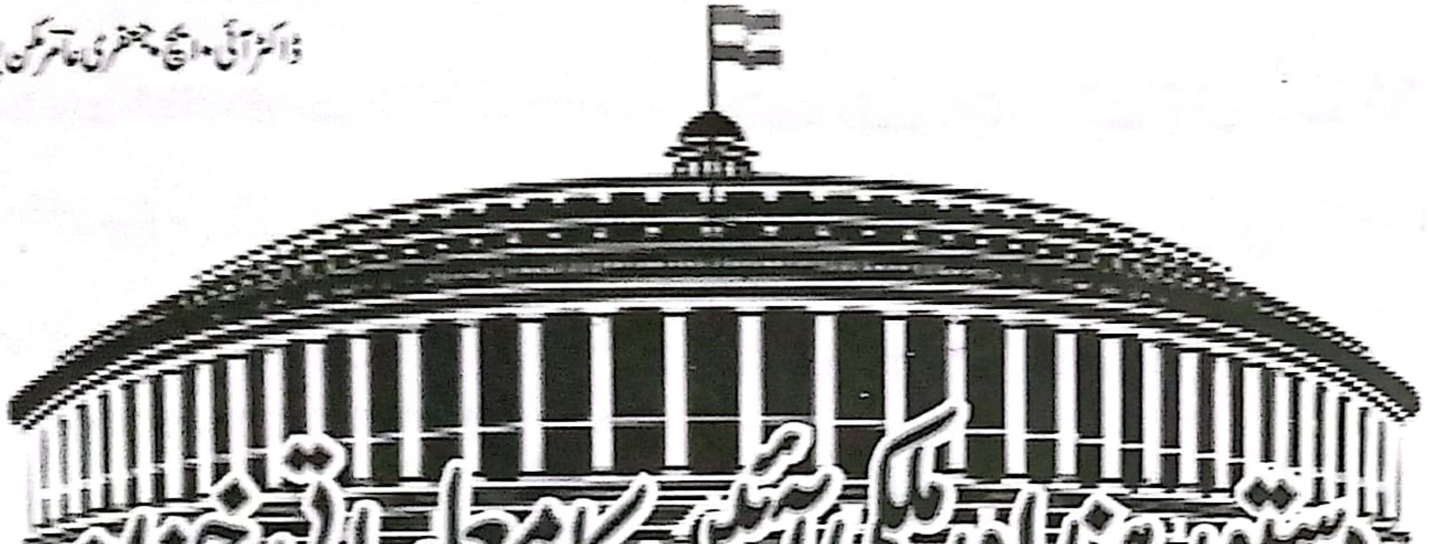

دستورِ ہند اور ملکی آئین کا معلوماتی خزانہ

PARLIAMENT OF INDIA

آج ہم اپنے آئین کی ستّر سالہ تقریب منا رہے ہیں۔ جب بھی کوئی اہم سوال ابھرتا ہے یا سیاسی یا قانونی بحران پیدا ہوتا ہے تو ہم اپنے آئین کو بروے کار لاتے ہیں کیوں کہ ہندوستان کا دستوری ڈھانچہ اسکا جمہوری مزاج اس زکی قانونی فضا بہتر روایات کی فراہمی کا امتیاز ہم کو اسکے ایک ایک پہلو کی یاد دہانی کراتا ہے کیوں کہ اس ضخیم قانونی دستاویز میں جمہوریت کے بنیادی سیاسی نکات ،شہریوں کے بنیادی حقوق، حکومتی اداروں کا طریقہ کار، ہمارے اختیارات اور ذمہ داریوں کے ایک ایک جز کو نظر میں رکھ کر بیان کیا گیا ہے۔

ہمارا آئین ۲۶؍نومبر ۱۹۴۹ء کو تسلیم کیا گیا تھا اور ۲۶؍جنوری ۱۹۵۰ء کو نافذ کیا گیا تھا اور برطانوی قانون کو خارج کر دیا گیا تھا جسکے بعد ہندوستان ایک آزاد جمہوری ملک بن گیا۔ ہندوستان کے اس آئین میں سابق دستوروں کے ایکٹوں سے بھی مدد لی گئی وہ ہندوستان کے حلات اور ضروریات کو مدنظر رکھتے ہوئےمثلاً حکومت ہندوستان ایکٹ ۱۸۵۸ء قانون مجالس ہند ۱۸۶۱ء و ۱۸۹۲ء منٹو مارلے

اصلاحات ۱۹۰۹ء حکومت ہند ایکٹ ۱۹۱۹ء و
۱۹۳۵ء اور قانون آزادی ہند ۱۹۴۷ء اسکے علاوہ
دفعات ۵/۶/۷/۸/۹/۶۰/۳۲۴/۳۶۶/۳۶۷/
۳۷۹/۳۸۰/۳۸۸/۳۹۱/۳۹۲/۳۹۳/ ۳۹۴/
وغیرہ کو ۲۶/ نومبر ۱۹۴۹ء میں ہی نافذ کر دیا گیا
تھا جبکہ مکمل دستور ۲۶ جنوری ۱۹۵۰ء کو نافذ ہوا تھا۔
ہندوستان کے مسودہ کو تیار کرنے کی ذمہ
داری مجلس دستور ساز کو دی گئی۔ مجلس دستور ساز
کے ارکان کو صوبائی اسمبلیوں کے منتخب ارکان نے
چنا تھا اولا مجلس کے ارکان کی تعداد ۳۸۹/ تھی جو
تقسیم ہند کے بعد ۲۹۹/ رہ گئی۔ مجلس دستور ساز
کے اہم ارکان میں ڈاکٹر بھیم راؤ امبیڈکر جنھیں
آئین کا معمار اعظم کہا جاتا ہے، سنجئے فاکے، جواہر
لعل نہرو، ابوالکلام آزاد، چکرورتی راجگوپال
آچاریہ، ولبھ بھائی پٹیل، راجیندر پرساد،
کنہیالال مانک لال، گنیش واسودیو، سندیپ
کمار پٹیل، شیاما پرساد مکرجی، نینی رنجن گھوش،
بلونت رائے مہتا جیسے قابل لوگ شامل
تھے۔ فرینک انتھونی ''انگلو انڈین'' کی، ایچ مودی
''پارسی'' کی، ہریندر کمار مکرجی ''عیسائیت کی،
اری بہادر گورنگ ''گورکھا قبیلے'' کی، نمائندگی کر
رہے تھے اسکے علاوہ اللادی کرشن سوامی، بینیگال
نرسنگ راؤ، اور گنیش ماؤلنکر بھی اسمبلی کے اہم رکن
تھے۔ خواتین میں سروجنی نائیڈو، ورشا مہتا، درگا
بائی، امرت کور، اور وجیے لکشمی پنڈت بھی اسمبلی
کے ارکان میں شامل تھیں۔ بحثیت صدر سچند انند
اور اسکے بعد راجندر پرساد مقرر ہوئے اس کا پہلا
اجلاس ۹/ دسمبر ۱۹۴۶ء کو منعقد ہوا۔

بینیگال نرسگھ راؤ ۱۹۴۶ء میں مجلس کے
قانونی مشیر کی حیثیت سے منتخب کئے گئے جو ایک
سول ملازم تھے یہ بین الاقوامی عدالت انصاف
کے پہلے ہندوستانی جج اور زاقوام متحدہ سلامتی
کونسل کے صدر تھے۔ انہوں نے میں ابتدائی

مسودہ تیار کیا اور آئین ہند کے بنیادی ڈھانچے کے بانی کہلائے۔۱۴/ اگست ۱۹۴۷ء کو ایک اجلاس منعقد ہوا جس میں اس مسودہ کو زیر غور لایا گیا۔ بحث ہوئی اور کچھ ترمیم بھی کی گئی۔۲۹/ اگست ۱۹۴۷ء کو بنی آٹھ رکنی ٹیم کے صدر بھیم راؤ امبیڈکر نے ۴/نومبر ۱۹۴۷ء کو نظر ثانی شدہ مسودہ پیش کیا۔آئین کو نافذ کرنے سے قبل ۱۶۵/دنوں کی مدت میں مجلس نے گیارہ اجلاس منعقد کیے۔ ۲۶/نومبر ۱۹۴۹ء کو آئین کو تسلیم کرلیا گیا اور ۲۸۴/ ارکان نے دستخط کیے۔اسی دن کو قومی یوم قانون کے طور پر منایا جاتا ہے اسے یوم آئین ہند بھی کہا جاتا ہے۔

۲۴/جنوری ۱۹۵۰ء مجلس کا ختمی اجلاس منعقد ہوا۔تمام ارکان نے ہاتھ سے تحریر ہندی اور انگیزی کے دونوں مسودنوں پر جو شانتی نکیتن کے کلاکاروں کے نقش ونگار پر مزین ہے دستخط کیے۔

اس کی طباعت دہرادون میں زہوئی۔اصلی نسخہ کے پروڈکشن میں ۵/برس لے۔آئین کا اصلی نسخہ سنسد بھون نئی دہلی میں ہیلیمسے بھرے ڈبے میں محفوظ ہے۔

آئین ہند میں تمہید اور ۴۴۸/دفعات ہیں ۔تمام دفعات ۲۵/حصوں میں منقسم ہیں۔کل ۱۲/ درج فہرست ہیں اور ۵/زائدے ہیں۔دفعات کے ۲۵/ حصے کچھ اس طرح ہیں ۱/ بھارت کی ریاستیں اور یونین علاقے ۲/شہریت ۳/ بنیادی حقوق ۴/مملکت کی حکمت عملی کے ہدائتی اصول ۴/الف بنیادی فرائض ۵/ یونین ۶/ ریاست ۷/ریاستیں (پہلی فہرست حصہ ب میں مندرج) ۸/ یونین علاقے ۹/ پنچایت ۹/ الف ۔میونسی پالیٹی ۹/ب ۔معاون انجمنیں ۱۰/درج فہرست اور قبائلی رقبے ۱۱/ یونین اور ریاستوں کے مابین تعلقات ۱۲/ مالیات، جائداد، معاہدات اور زمقدمات ۱۳/ ہندوستان

کے علاقے کے اندر تجارت، بیوپار اور لین دین ۱۴ ریاستوں اور یونین کے تحت ملازمتیں ۱۴/ الف۔ٹریبونل ۱۵/ انتخابات ۱۶/ بعض طبقوں سے متعلق خصوصی توضیعات ۱۷/ زبانیں ۱۸/ ہنگامی حالات سے متعلق توضیعات ۱۹/ متفرق ۲۰/ آئین کی ترمیم ۲۱/ عارضی، عمومی اور خصوصی توضیعات ۲۲/ مختصر نام، تاریخ نفاذ، مستند ہندی متن اور تنسیخات۔

فہرست ہند میں وہ امور بیان کئے گئے ہیں جو افسر شاہی سرگرمیوں اور حکومت کی پالسی سے متعلق ہیں مثلاً

اول÷ (دفعہ ۱ تا ۴) ہندوستان کی ریاستیں اور علاقوں کی سرحدوں میں تبدیلی اور ان سے متعلق قوانین۔

دوم÷ (دفعہ ۵۹ (۳)، ۶۵ (۳)، ۷۵ (۶)، ۹۷، ۱۲۵، ۱۴۸ (۳)، ۱۵۸ (۳)، ۱۶۴ (۵)، ۱۸۶ و ۲۲۱) ہندوستانی افسر شاہوں، ججوں اور ناظر حسابات ومحاسب عام کی تنخواہیں۔

سوم÷ (دفعہ ۵ (۴)، ۹۹، ۱۲۴ (۶)، ۱۴۸ (۲)، ۱۶۴ (۳)، ۱۸۸ و ۲۱۹) حلف کے اقسام، حلف یا اقرار صالح کے نمونے۔

چہارم÷ (دفعہ ۴ (۱)، ۸۰ (۲)) راجیہ سبھا میں نشستوں کی تقسیم۔

پنجم÷ (دفعہ ۲۴۴ (۱)،) فہرست میں درج رقبوں اور قبیلوں کے نظم ونسق کی نگرانی نے متعلق توضیعات۔

ششم÷ (دفعہ ۲۴۴ (۲)، ۲۷۵ (۱))

آسام، میگھالیہ، تریپورہ، اور مزورم کے ریاستی قبائلوں کے نظم ونسق کے متعلق توضیعات۔ دفعہ ۳۷۰/ جموں وکشمیر کو خصوسی درجہ دیتی ہے۔

ہفتم÷ (دفعہ ۲۴۶) متوازی، ریاستی اور یونین فہرست۔

ہشتم÷ (دفعہ ۳۴۴ (۱) اور ۳۵۱) زبانیں۔

نہم÷ (دفعہ ۳۱ ب) بعض ایکٹ اور دساتیر العمل کا جواز۔

دہم÷ (دفعہ۱۰۲(۲) و۱۹۱(۲)) دل بدل کی بنیاد بنانے کا جواز فراہم کرتا ہے۔ یہ صرف مرکزی

پرنااہلیت کی نسبت توضیحات۔

یازدہ÷ (دفعہ۲۴۳(گ)) پنچایت کے اختیارات، اتھارٹی اور ذمہ داریاں۔

دوازدہ÷ (دفعہ۲۴۳(و)) میونسی پالٹیوں کے اختیارات، اتھارٹی اور ذمہ داریاں۔

ملک کی قانون ساز اسمبلی، عاملہ اور عدلیہ اپنا اختیار آئین سے حاصل کرتے ہیں چونکہ یہ آئین کے ہی پابند ہیں حکومت ہند کا پارلیمانی نظام آئین کی مدد سے چلتا ہے۔ آئین کی دفعہ ۵۲/اور۵۳/ کے تحت عاملہ کا سربراہ ہی بھارت کا صدر ہوتا ہے۔ ڈفعہ ۶۰ / کے اعتبار سے صدر کو آئین کی حفاظت، دیکھ بھال اور دفاع کرنے کا اختیار ہوتا ہے۔ دفعہ ۷۴/ ہند کے وزیر اعظم کو کابینہ ہند کا سربراہ نامزد کرتی ہے دفعہ ۷۵(۳) کے تحت کابینہ لوک سبھا کو جوابدہ ہے۔

آئین ریاست اور یونین علاقہ کو حکومت

حکومت صدر اور وزیر اعظم کو عہدہ دیتا ہے۔ باقی ریاستوں اور یونین علاقوں میں سے ہر ایک کو گورنر لفٹینٹ گورنر اور وزیر اعلیٰ کا عہدہ فراہم کرتا ہے۔

اگر کسی ریاست میں ہنگامی حالات پیدا ہو جاتے ہیں اور ریاستی حکومت آئین کے مطابق حکومت کرنے سے قاصر رہتی ہے تو آئین کی دفعہ ۳۶۵/ کے اعتبار سے صدر کو یہ حق ہے کہ وہ حکومت کو برخواست کر کے ریاستی حکومت کی ذمہ داری خود لے۔

اس اختیار کو صدر راج کہا جاتا ہے۔ اس وقت آئین کی دفعہ ۷۳/ اور ۷۴/ کے تحت دیہی علاقوں میں پنچایت راج اور شہری علاقوں میں نگر پالیکا کا تعارف کرایا گیا ہے۔

الغرض آئین ہند فطری طور پر موافقیت رکھتا ہے اس کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ یہ ایک دستور، ایک شہریت، منظّم عدلیہ، مضبوط مرکزی حکومت، آل انڈیا سول سروسز، دیگر اقوام رسومات کو فروغ اور پرسنل لا، آزادانا تبادلہ خیال، آزادی آزادی اور آزادی کی خصوصیات کا حامل ہے۔

مولائے کائنات

جناب علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کی ایک عبرتناک وصیت

از۔نہج البلاغہ

☆ بیٹے! زمانے کی گردش، دنیا کی بے وفائی اور آخرت کے قرب نے مجھے ہر طرف سے غافل کر کے آنے والی زندگی کے اندیشوں میں مبتلا کر دیا ہے اب مجھے صرف اپنی فکر ہے۔ تمام نشیب و فراز پیش نظر ہیں اور حقیقت بے نقاب ہو چکی ہے۔ ایسی حالت میں تمہارے لئے یہ وصیت لکھ رہا ہوں:۔

☆ بیٹے! خدا سے خوف کھاتے رہو، اس کے احکام پر کاربند رہو، اس کے ذکر سے دل کی بستی آباد رکھو، اس کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو، کیوں کہ تمہارے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان اس سے بڑھ کر مستحکم رشتہ اور کوئی نہیں ہے۔

☆ بیٹے! اپنے دل کو موعظت سے زندہ رکھو، زہد سے مارو، یقین سے قوت بخشو، حکمت سے منور کرو، موت کی یاد سے اس پر قابو پاؤ، روزگار سے ڈراؤ، اور بچھڑ جانے والی حکائتیں سناؤ، گزرے ہوئے لوگوں کی تباہی سے نفرت دلاؤ، ان کی اُجڑی ہوئی بستیوں میں گشت کرو، ان کی عمارتوں کے کھنڈر دیکھو اور دل سے پوچھو کہ ان لوگوں نے کیا کیا اور کہاں جا کر آباد ہو گئے۔ اس طرح کہیں تمہیں اپنی فانی زندگی کا احساس ہوگا۔

☆ بیٹے! اپنے ٹھکانے کو درست کرو۔ آخرت کو دنیا کے بدلے میں نہ بیچو۔ بے علمی میں سکوت اختیار کرو۔ بلا ضرورت گفتگو سے پرہیز کرو۔ جس راہ میں بھٹک جانے کا اندیشہ ہو اس سے باز رہو۔ اللہ کی راہ میں جہاد کرو اور اس کا حق ادا کرو، اللہ کے معاملے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے خوف نہ کھاؤ۔ حق کی خاطر مصائب کے طوفانوں سے ٹکراؤ ۔دین میں تفقہ حاصل کرو اور مکروہات زمانہ کو برداشت کرنے کے عادی بنو۔

☆ بیٹے! میرے لئے پر مسرت بات یہ ہے کہ تم اللہ سے ڈرتے رہو۔ اس کے فرائض کی انجام دہی میں کوتاہی نہ کرو۔ خوب سمجھ لو کہ جس کے ہاتھ میں موت ہے اسی کے قبضۂ قدرت میں زندگی بھی ہے۔ جو پیدا کرنے والا، وہی مارنے والا بھی ہے۔ جو فنا کے گھاٹ اتارتا ہے، وہی حیات نو بھی بخشتا ہے اور جو مصیبت میں مبتلا کرتا ہے وہی نجات بھی دیتا ہے۔ یقین کرو دنیا اللہ تعالیٰ کے اس قانون پر قائم ہے کہ انسان کو نعمتیں بھی ملتی ہیں اور آزمائش بھی پیش آتی ہیں اور پھر آخرت میں آخری صلہ بھی دیا جاتا ہے جس کی ہمیں خبر نہیں۔ بیٹے! اگر کوئی بات تمہاری سمجھ میں نہ آئے تو اس سے انکار نہ کرو، بلکہ اپنی کم فہمی پر محمول کر کے اس پر غور اور فکر کرو۔ کیونکہ پہلے پہل تم جاہل پیدا ہوئے تھے۔ پھر بتدریج علم سے نوازے گئے۔ کتنی ہی باتیں ہیں جن سے آج تم لاعلم ہو، جن کے بارے میں تمہاری عقل حیران رہ جاتی ہے اور بصیرت کام نہیں کرتی، لیکن ہو سکتا ہے کہ چند روز بعد تمہیں اُن کا علم ہو جائے تمہیں اس ذات ستودہ صفات سے وابستہ رہنا چاہئے جس نے تمہیں پیدا کیا۔ عبادت کرو اسی کی، سر جھکاؤ تو اسی کے آگے، اور ڈرو تو اسی سے۔

☆ بیٹے! جن لوگوں نے دنیا کو پرکھ لیا ہے وہ اس کی جدائی سے نہیں گھبراتے ۔ان کی مثال ایسے مسافروں کی ہے جو نا موافق اور قحط زدہ علاقے کو چھوڑ کر سرسبز اور زرخیز علاقے کی طرف چل کھڑے ہوتے ہیں۔ یہ مسافر احباب کی جدائی گوارہ کرتے ہیں سفر کی مشقتیں جھیلتے ہیں، خوراک کی خرابی سہتے ہیں اس لئے کہ کشادہ اور راحت افزا مقام تک پہنچ جائیں۔ وہ کسی تکلیف کو تکلیف نہیں سمجھتے، کسی

مصرف سے جی نہیں چراتے ۔ ان کی نظر میں سب سے زیادہ پسندیدہ قدم وہ ہے جو منزل مقصود کی طرف بڑھتا ہے، لیکن جو لوگ دنیا سے چمٹے ہوئے ہیں اور اس کی جدائی برداشت نہیں کر سکتے، ان کی مثال اس مسافر کی سی ہے جو سرسبز و شاداب زمین چھوڑ کر خشک اور بنجر زمین کی طرف چل رہا ہو۔ یہ سفر اس کے لیے بدترین اور بھیانک ثابت ہوگا۔

☆ بیٹے! دوسروں کے لئے اپنی ذات کو معیار بناؤ جو بات تمہیں اپنے لئے پسند ہو، وہی ان کے لئے پسند کرو اور جو اپنے لئے ناپسند ہو اسے ان کے لئے بھی ناپسند کرو۔ جس طرح تم یہ نہیں چاہتے کہ لوگ تم پر ظلم کریں۔ اسی طرح تم بھی کسی پر ظلم نہ کرو۔ جس حسن سلوک کی توقع دوسروں سے کرتے ہو، اسی حسن سلوک کے ساتھ ان سے پیش آؤ۔ خود پسندی حماقت ہے اور نفس کے لئے ہلاکت، لہٰذا سلامت روی سے اپنا راستہ طے کرو۔

☆ بیٹے! تمہیں ایک لمبا اور کٹھن سفر درپیش ہے اس سفر میں حسن طلب کی بڑی ضرورت ہے۔ اپنی طاقت سے زیادہ بار امت اٹھاؤ، ورنہ تمہارے لئے وبال جان بن جائے گا۔ دولت مندی کے زمانے میں اگر کوئی تم سے قرض مانگے تو دے دو، تاکہ ناداری کے زمانے میں وہ تمہیں واپس مل جائے۔

☆ بیٹے! تمہارے سامنے ایک دشوار گھاٹی ہے اس گھاٹی میں ایک ہلکا پھلکا آدمی بوجھل آدمی سے بہتر اور سست رفتار تیز رو سے بدتر ہے تمہیں اس آخری منزل پر پہنچنے سے پہلے اپنا پیش خیمہ آگے بھیج دو اور اپنی جگہ ٹھیک کرلو۔ مرنے کے بعد نہ معذرت ممکن ہوگی نہ دنیا کی طرف واپسی۔

☆ بیٹے! جس ذات کے دستِ تصرف میں زمین و آسمان کے خزانے ہیں اس نے اس سے مانگنے کی اجازت بھی دی ہے اور قبول کرنے کا وعدہ فرمایا ہے۔ وہ کہتا ہے مانگ تجھے مل جائے گا۔ رحم کی التجا کر تجھ پر رحم کیا جائے گا۔ اس نے اپنے اور تمہارے درمیان دربار کھڑے نہیں کئے جو تمہیں اس کے حضور میں پہنچنے سے روکیں۔ نہ تمہیں سفارشوں کا محتاج بنایا ہے۔ وہ تمہاری پکار کو سنتا ہے، تمہاری مناجات پر کان دھرتا ہے، تم اس سے مرادیں مانگتے ہو، اپنے دل کی کیفیت بیان کرتے ہو اپنی بپتا سناتے، اپنی مشکلات میں مدد مانگتے ہو، اس سے درازئ عمر، تندرستی اور رزق کی فراخی چاہتے ہو اور اس کی رحمت کے ایسے خزانے طلب کرتے ہو جو اس کے سوا اور کوئی دے نہیں سکتا۔ غور کرو، اس نے طلب کی اجازت دے کر اپنی رحمت کے خزانوں کی کنجیاں تمہارے حوالے کر دی ہیں تم جب چاہو دعا کرو، اس کی نعمتوں کا دروازہ کھل جائیگا اور رحمتوں کا مینہ برسنے لگے گا، لیکن اگر اجابت دعا میں دیر ہو جائے تو مایوس نہیں ہونا چاہئے کیونکہ قبول دعا کا مدار نیت کی درستی پر ہے۔ کبھی اجابت دعا میں اس لئے دیر ہوتی ہے کہ سائل کو ثواب زیادہ ملے۔ امیدوار کو زیادہ بخشش دی جائے۔ اور اگر سائل محروم رہتا ہے تو یہ اس کے حق میں بہتر ہوتا ہے نہیں معلوم کتنی مرادیں ایسی ہیں کہ پوری ہو جائیں تو انسان کی عاقبت برباد ہو جائے۔ پس تمہاری دعا ان ہی باتوں کے لیے ہونی چاہئے جو تمہارے لئے سودمند ہوں۔ نقصان دہ باتوں سے پرہیز کرنا چاہئے۔

☆ بیٹے! دنیا میں دنیاداروں کی محویت اور اس کی طلب میں مسابقت سے فریب مت کھاؤ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کی حقیقت واضح کر دی ہے تمہاری ساری امیدیں بر نہیں آسکتیں۔ زندگی بہر حال محدود ہے اور تم اس راستے پر گامزن ہو جس پر تم سے پہلے لوگ جا چکے ہیں۔ اپنی طلب میں اعتدال کو مدنظر رکھو۔ رزق کے حصول میں سلامت روی سے تجاوز نہ کرو۔ وہ بھلائی بھلائی نہیں جو برائی کی راہ سے آئے۔ نہ دولت وہ دولت ہے جو ذلت کے ذریعے حاصل ہو خبردار، حرص و ہوس تمہیں ہلاکت کے گھاٹ پر نہ لے جائے۔ اپنے اور اپنے خدا کے درمیان کسی کے احسان کو حائل نہ ہونے دو۔ تمہارا حصہ بہر حال تمہیں مل کر رہے گا اللہ کا کم عطا کیا ہوا، مخلوق کے زیادہ دیئے ہونے سے بہت زیادہ ہے اور باعث شرف بھی۔ خاموشی سے پیدا ہونے والی خرابی کا تدارک آسان ہے، مگر گفتگو سے جو خرابی پیدا ہوتی

ہے اس کا ازالہ سخت مشکل ہے۔

بیٹے! نکوکار لوگوں کی صحبت اختیار کرلو گے تو نیک ہو جاؤ گے۔ بروں کی صحبت سے احتراز کرو گے تو برائی سے محفوظ رہو گے۔ حرام رزق بدترین کھانا ہے کمزوروں پر ظلم سب سے بڑا ظلم ہے۔ موہوم

☆ امیدوں پر تکیہ نہ کرو۔ بہترین تجربہ وہ ہے جو نصیحت آمیز ہو۔

بیٹے! خیال رکھو حرص تمہیں اندھا نہ کرنے پائے اور عداوت عقل سے محروم نہ کر دے۔ دوست کے دشمن کو دوست نہ بناؤ، ورنہ دوست بھی دشمن ہو جائے گا۔ دوست کو بے لاگ نصیحت کرو، خواہ اُسے اچھی

☆ لگے یا بری۔ غصہ پی جایا کرو، غصے کے جام سے بڑھ کر شیریں جام میں نے کوئی نہیں دیکھا۔ رزق دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایک وہ جس کی تم جستجو کرتے ہو اور دوسرا وہ جو تمہاری تلاش میں رہتا ہے۔ پس اگر تم جستجو چھوڑ دو تو رزق خود ہی تمہارے پاس آئے گا۔ دانا معمولی تادیب سے مان جاتا ہے مگر چوپایہ مار ہی سے باز آتا ہے۔ کتنے اپنے ہیں جو غیروں سے زیادہ غیر ہیں اور کتنے غیر ہیں جو اپنوں سے زیادہ عزیز ہیں۔ پردیسی وہ ہے جس کا کوئی دوست نہیں جو دنیا پر بھروسہ کرتا ہے دنیا سے بے وفائی کرتی ہے پہلے سفر کے ساتھیوں اور قیام سے پہلے اپنے پڑوسیوں کو جانچ لو۔ جو راہِ حق چھوڑ دیتا ہے اس کا راستہ تنگ ہو جاتا ہے۔ جو اپنی حیثیت برقرار رکھتا ہے، اس کی عزت برقرار رہتی ہے، سب سے زیادہ مضبوط تعلق وہ ہے جو بندے اور خدا کے درمیان ہے۔

☆ بیٹے! میں تمہاری دنیا اور آخرت اللہ کے حوالے کرتا ہوں اور دونوں جہان میں اسی ذات برتر سے تمہارے لئے فلاح و بہبود کی دعا کرتا ہوں۔

(نہج البلاغہ)

یا علی مدد مولیٰ

مشکلوں نے آگھیرا یا علی مدد مولیٰ
ہو نہ پاؤں شرمندہ یا علی مدد مولیٰ

مخزنِ سخاوت ہو بھر دو میرے دامن کو
داتا تم ہو میں منگتا یا علی مدد مولیٰ

گرنے والا تھم جائے وصف یہ عجب دیکھا
جب زبان سے نکلا یا علی مدد مولیٰ

شہرِ علم کا آقا کھول دینا دروازہ
کہتے کہتے جاؤں گا یا علی مدد مولیٰ

بانہہ پہ حفاظت کا ہم نے باندھ رکھا ہے
نام کا ترے پٹہ یا علی مدد مولیٰ

رب اسے فتح دیگا مرحلہ ہو کیسا بھی
لب پہ جسکے بھی ہوگا یا علی مدد مولیٰ

لیکے حشر میں عامرؔ شان سے میں جاؤں گا
زندگی کا سرمایہ یا علی مدد مولیٰ

عامر مکن پوری

ادب کے جھرونکے سے

بیسویں صدی کا ایک نایاب اُردو شاعر نیاؔز مکن پوری

تحریر:۔ ابوالمشرب

تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے کہ زبان اردو کے ظہور پر خیال کریں اور اس کی تصنیفات پر نگاہ ڈالیں تو اس میں نثر سے پہلے نظم نظر آئیگی۔ یہ عجیب بات ہے کہ بچہ پہلے شعر کہے پھر باتیں کرنا سیکھے۔ ہاں یہ اس لئے سچ ہے کہ نظم جوش طبع تھی اس لئے پہل نکل پڑی۔ نثر شائستگی کے بوجھ سے گراں بار تھی اپنی ضرورت کے وقت ظہور میں آئی۔ "ادب کے جھرونکے سے" یہ ایک مستقل مضمون اس جریدے کا حصہ بنتا رہے گا اور اس ضمن میں ہم سب سے پہلے ایک ایسے باکمال اور قادرالکلام شاعر کا تذکرہ پیش کر رہے ہیں جن کی ادبی اور شاعرانہ حیثیت یہ ہے کہ اردو شاعری میں اگر فانؔی بدایونی کی طرح یاسیاست کی امامت کا سہرا کسی کے سر سجا ہے تو وہ نیاؔز مکن پوری ہیں۔

ہمارے بکھرے ہوئے آنسوؤں پہ دنیا نے
گلہ نہیں اگر قہقہے لگائے ہیں
کمال شدت غم میں کبھی کبھی ہم بھی
خود اپنے حال پریشاں پہ مسکرائے ہیں

مندرجہ بالا قطعہ اس عظیم اُردو شاعر کا ہے جس نے بچپن ہی میں بصارت ختم ہوجانے اور عالم طفلی میں یتیمی اور یسری سے دوچار ہوجانے کے بعد بھی اپنی ناداری اور مفلوک الحالی کو آئینہ دکھاتے ہوئے علم وادب اور شاعری کے میدان میں اپنے فکروفن اور شاعرانہ کمال کے ایسے جوہر دکھائے جو آج بھی اہل علم ودانش کیلئے حیرت انگریز کارنامے کی شکل رکھتے ہیں۔ جناب نیاؔز مکن پوری کا مجموعہ کلام "آئینہ" جب شائع ہوکر دنیا کے سامنے آیا تو بڑے بڑے اساتذۂ شعروادب نے انہیں اُردو کا ایک مستند اور قادرالکلام شاعر ہونے کا اعزاز عطا کردیا تھا۔ اگر چہ وقت کی ستم ظریفی اور حالات کی ناسازگاری نے انہیں شہرت کی ان بلندیوں کو چھوسکنے سے روک لیا جہاں ان کی اصل منزل اور مقام تھا مگر جب تک دنیا میں اُردو ادب اور شاعری زندہ ہے نیاؔز کا کلام شاعرانہ کمال کا جادو بن کر سر چڑھ کر بولتا رہے گا۔ حالات کی مجبوریوں کا ذکر انہوں نے اپنی خودنوشت سوانح حیات میں اس طرح کیا ہے:

"۴؍جنوری ۱۹۱۹ء کو میں اپنے بارِ ہستی سے اس زمین پر بوجھ بنا۔ طفولیت گزار کر جب چشم حواس کھولی تو احساس ہوا کہ یتیم ہوں۔ سات سال کی عمر میں ماں کی شفقتوں سے بھی محروم ہوگیا۔ پرورش وتربیت کا بار چچا اور ماموں نے سنبھالا۔ خاندانی حالات کے مدوجزر سے ناواقف ہوں البتہ اتنا سنا ہے کہ اجداد کا پیشہ سپہ گری تھا جو شاہان دلّی سے وابستہ رہ کر خاندان مغلیہ کے عروج وزوال کے ساتھ ترقی وتنزل کے منازل سے گزرتے رہے۔

اجداد کا وطن بلگرام تھا لیکن داداصاحب نے بلہور میں سکونت اختیار کی اور والد محترم مکن پور آرہے۔ خاندان کے کچھ افراد پہلے ہی سے مکن پور میں حضرت زندہ شاہ مدارؒ کے دامانِ کرم میں آباد تھے اور اُن کو سترہ پشتوں سے سرکار سرکاراں قطب المدار حضرت سیدنا سید بدیع الدین زندہ شاہ مدار رحمۃ اللہ علیہ سے روحانی نسبتیں اور فیوض کی برکتیں حاصل ہیں۔ قدرتی طور پر بچپن میں بصارت ختم ہوجانے سے تعلیم مقامی مدرسہ کی چہار دیواری سے آگے نہ بڑھ سکی جو کچھ تھوڑی بہت واقفیت رکھتا ہوں وہ خانگی تربیت اور بزرگوں کے فیضان صحبت کا اثر ہے۔"

ان حالات نے نیازؔ کو یاسیات کی ان منزلوں تک پہنچا دیا جہاں عیش وعشرت تو دور آزوقۂ حیات کے سارے سہارے دم توڑ دیتے ہیں۔ ان کی زیادہ تر شاعری انہیں تاثرات کا سرمایہ نظر آتی ہے۔

تیری جفاؤں کے دم قدم وفائیں میری بنی وفائیں
ستم کی پرزور آندھیوں میں ہے زندہ شمع حیات میری
بچادے اے آسماں یہ تنکے مری غریبی پہ رحم فرما
تری بلندی رہے سلامت یہی ہے کل کائنات میری

ایک جگہ اس طرح فرماتے ہیں:

قفس میں رہ کے گلستاں کے گیت گاتے ہیں
سنی سنائی بہاروں پہ مسکراتے ہیں
سلامت اس دل احساس کو خدا رکھے
ہم اس کے صدقے میں کتنے الم اٹھاتے ہیں
ہمارا ہنسنا زمانے کے ساتھ یوں سمجھو
نوازش غم دل کی ہنسی اڑاتے ہیں

اور فرمایا تھا:

ہر ایک لمحہ ہے انبوہ حادثات لئے
نہ جانے کتنے تماشے ہے یہ حیات لئے
سحر جو آئی ستاروں نے ساتھ چھوڑ دیا
کرن جو پھوٹی نظاروں نے ساتھ چھوڑ دیا
رہ حیات کی تنہائیاں معاذ اللہ
قدم قدم پہ نظاروں نے ساتھ چھوڑ دیا
محروم یاس کے دل کو ترے اضطراب سے
کیا آسرا لگائیں ہم اپنی حیات سے
ہر لمحہ بیکسی کی تواضع کا اہتمام
ہر آن سابقہ ہے نئے حادثات سے

دل بجھ گیا تو غم کے شراروں کی آس کیا
ناکام زندگی کو سہاروں کی آس کیا
بلائیں بن کے جو احساس غم پہ چھائے تھے
بغور دیکھا تو اپنے عمل کے سائے تھے
اب آج کیا کہ بھٹکتے ہیں ظلمتوں میں ہمیں
چراغ راہ کبھی ہم نے بھی جلائے تھے
وہ قریب و دور کہیں بھی ہوں انہیں حال غم کی خبر تو ہے
نہ سہی کرم تو ستم سہی مرے دل پہ ان کی نظر تو ہے
مجھے ڈر ہے پھر کہیں جل اٹھے نہ کوئی چراغ امید کا
کہ سیاہ خانہ یاس میں ذرا ظلمتوں سے مفر تو ہے
دامان نوازش کی ذرا اور ہوا دے
اے دوست مری خاک پریشاں بھی اڑا دے
محرومی کا غم بھیک میں پانے سے ہے بہتر
کیوں آگ نہ دامان تمنا میں لگا دے

اس قسم کے صدہا اشعار جناب نیازؔ کے کلام کی زینت ہیں۔ اُردو شاعری کے ایک باکمال اور استاد شاعر جناب حقؔ بنارسی نے نیازؔ کے مجموعہ کلام پر اظہار خیال کرتے ہوئے لکھا ہے:۔

"ہر غزل کہنہ مشقی کی آئینہ دار اور ہر تخلیق کمالِ فن کی دلیل ہے جو دردوں بینی وجگرسوزی اور دلگداختگی سے بھرپور اعلیٰ معیار تغزل کے تقاضے کو بدرجہ اتم پورا کرتی ہے آپ کا کلام مذہبی قدروں کی تحقیر اور الحاد و دہریت کی تبلیغ سے پاک وصاف ہے شرافت وشائستگی کا دامن کہیں ہاتھ سے نہیں چھوٹا سوقیت وابتذال سے محترز فکر وخیال کی پاکیزگی صداقت بیان اور متانت وسنجیدگی مکمل طور سے کارفرما ہے۔"

ناسازگاریٔ حالات سے مجروح دل کے محسوسات وتاثرات کا نچوڑ ہر شعر میں اس طرح سے سمویا گیا ہے جسے سن کر ہر شخص تڑپ اٹھتا ہے غم جاناں کے ساتھ غم دوراں کی نمود اور شدت احساس آپ کے کلام کی جان ہے حسنِ تخیل اور حسن بیان آپ کے کلام کا طرۂ امتیاز ہے۔

کہنہ مشقی نے تخیلات کو وہ ندرت زبان وبیان کو وہ پاکیزگی فکر ونظر کی وہ گیرائی عطا کی جس کے بغیر کوئی فنکار مکمل فنکار نہیں ہوسکتا۔

چند اشعار جو مختلف موضوع ومضامین پر مشتمل ہیں اپنے دعوے کے ثبوت میں پیش کرتا ہوں ارباب نظر ملاحظہ فرمائیں:

لگا کے آس کرم کی تری نگاہوں سے
دل غریب کو بے آسرا ہمیں نے کیا
ہر ایک تو آنکھوں میں جگہ پا نہیں سکتا
حیراں ہوں تقاضائے وسیع النظری سے
ہیں اہل نشیمن کے لیے ساری بلائیں
صیاد کے گھر کوئی شرر کیوں نہیں جاتا
تو بے پناہی بخشش کو آزما اے دوست
نہ دیکھ ظرف تمنائے غم کے لئے

حضرت نیازؔ مکن پوری فرشتہ نہیں انسان ہیں ضروری تھا کہ لغزش اور خامیاں ہوتیں اور ہیں لیکن نہ ہونے کے برابر مجموعے میں چلمنِ ناز باوصف اجنبیت جیسی ترکیبیں محل نظر ہیں۔ آپ کی شاعرانہ عظمت سے ادبی دنیا کو متعارف کرانا ضروری تھا کہ آپ کا شعری مجموعہ منظر عام پر آئے خدا کا شکر ہے کہ وہ وقت آ گیا مجھے یقین کامل ہے لوگ حضرت نیازؔ مکن پوری کی قدر افزائی فرمائینگے۔"

نیازؔ مکن پوری نے اُردو شاعری اور زبان کو ایسا بیش بہا خزانہ عطا کیا ہے جو صدیوں تک یاد رکھا جائیگا۔ ان کے کمال فن، فکری ذہانت اور فراست علمی سے متاثر ہو کر ان کے ہم عصر اور استاد بھائی جناب علامہ ادیبؔ مکن پوری نے اپنے جو محسوسات بیان کئے ہیں ان محسوسات سے نیازؔ کی شاعری کا ایک مکمل تجزیہ ہمارے سامنے آجاتا ہے چنانچہ اس ضمن میں ادیبؔ مکن پوری لکھتے ہیں کہ:۔

"حضرت نیازؔ مکن پوری کا مکمل تعارف ان کی اپنی خودنوشت میں آپ فرملاحظیں گے۔ میں ان کی ذاتی حیثیت سے قطع نظر کر کے ان کے بارے میں اپنے محسوسات بیان کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں۔

حضرت نیازؔ میرے استاد بھائی اور علامہ عاشقی مرحوم کے اُن مایۂ ناز شاگردوں میں ہیں جن کی شعر گوئی۔ شعر فہمی اور خدا داد فنی صلاحیتوں پر خود استاد مرحوم کو ہمیشہ ناز رہا۔

بہترین کلام کی تعریف یہ ہے کہ "از دل خیزد بر دل ریزد" حضرت نیازؔ مکن پوری کے زیر نظر مجموعہ "آئینہ" میں آپ کو روایتی وتقلیدی شاعری کی جگہ حقیقی جذبات، واردات قلبی اور زندگی کے داخلی وخارجی مختلف پہلوؤں اور زاویوں کی منھ بولتی تصویریں نظر آئیں گی۔ بیشتر مقامات پر آپ کو تھکی ہوئی زندگی کے پرتو دکھائی دیں گے مگر ان کے یہ احساسات روایتی نہیں فطری ہیں انہوں نے ہمیشہ بلندی بلندیٔ اخلاق وحسن وسلوک سے جن کے لئے سامانِ انبساط ونشاط فراہم کئے انہوں نے اس کے بدل میں ان کے شیشۂ دل کو غم دیا۔ حزن وملال ناکامی ومحرومی کے بے رحم پتھروں سے چکنا چور کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔

باایں ہمہ انہوں نے ہفت خواں زیست کو جواں عزم مسافر کی طرح سر کرنے کی کوشش کی ہے عہد طفلی سے دور شباب وشیب تک وہ جن جن مصائبات سے دوچار رہے اس کا فطری تقاضہ ہی یہ تھا کہ وہ اپنی اس کربناک زندگی کے ہر حادثہ کو بے کم وکاست اشعار کی شکل میں ڈھال دیں ان کے ہر شعر میں بلا کا درد وتاثر ان کے حقیقی جذبات کا ترجمان ہے ان کے کلام کا ستھرا پن ان کی پاکیزگی

نفس، حسن اخلاق عجز وانکسار اور بلندی کردار کا آئینہ دار ہے۔"

نیازؔ صاحب کی ذاتی زندگی اتنی سادہ اور شائستہ تھی کہ ہر شخص جوان سے ملتا ان کی سادگی، ان کے اخلاق، ان کی بے ریائی اور ان کے خلوص کا دیوانہ ہو جاتا یہی سب ہے کہ آج بھی لوگوں کے دلوں سے نیازؔ کی چاہت کم نہیں ہوئی ہے۔ وہ ایک خدا پرست بزرگ تھے جو دین اور دنیا کے مابین فرق کو خوب جانتے تھے اور ہمیشہ مذہبی رسومات اور مذہبی کارگزاریوں میں زندگی بسر کرنا فرض سمجھتے تھے۔

اسی لئے انہوں نے حمد ونعت، مناقب اور واقعات کربلا پر مراثی اور نوحوں کی شکل میں جو نظمیں کہی تھیں وہ آج بھی زبان زد عام ہیں اور اکثر لوگ ان کے اشعار گنگنایا کرتے ہیں یہ الگ بات ہے کہ وہ سرمایہ بہت کم باقی رہا مگر جو ہے وہ اُردو زبان کا بیش قیمت خزانہ ہے۔

ان تمام تر حالات وحادثات اور نیازؔ کے خلوص اور ان کی سادہ بے ریائی زندگی کا تذکرہ کرتے ہوئے ان کے ہم عصر بزرگ جناب حکیم سید ظہیر الحق صاحب نے تحریر فرمایا ہے کہ:

"نیازؔ صاحب کی شاعری کے ساتھ ان کی ذات کی طرح بہت سے اتفاقی حادثات پیش آئے جس کے نتیجہ میں ان کی تقریباً ستر فیصدی غزلیں ختم ہو گئیں نیازؔ صاحب خود تو ان کو جمع نہیں کرتے تھے ان کے دوست اور شاگرد غزلیں یکجا کرتے رہے اس طرح جو مجموعے مرتب ہوئے وہ چوری ہو گئے۔ اب زیر نظر مجموعہ قسم اور حجم میں سابقہ دو دیوانوں سے بہت کم ہے حجم اس طرح کہ زیر طبع مجموعہ میں ۹۹ غزلیں ہیں مگر گم شدہ سرمایہ فکر اس میں شامل ہوتا تو کم وبیش سوا سو غزلوں کے اضافہ کے ساتھ دیوان مرتب ہوتا۔

کچھ نظمیں نعتیں اور منقبتیں سلام نوحے قطعات ورباعیات باقی رہ گئی ہیں وہ بھی کبھی "مردے از غیب بروں آید و کارے بلند" کے انتظار میں ہیں۔

نیازؔ کی بے ریائی اور اخلاص میں کوئی شبہ نہیں کیا جاسکتا یہ ان کی سرشت میں پیوست اور ان کی ذات میں مقوّم ہے۔ اس کی تائید ناظرین کو جگہ جگہ ان کے کلام سے ملے گی ان کے اشعار محض وزن وانشاء نہیں کچھ تو واقعات وحقائق ہیں اور بعض ان کی دل کی آوازیں ہیں جن کو انہوں نے موزوں کرلیا۔ شعر بنادیا۔"

نیازؔ کہتے ہیں کہ:

نہ ہم بناتے نشیمن نہ آفتیں آتیں
چمن کو اپنے سپرد بلاؤں نے کیا
لگا کے آس کرم کی تری نگاہوں سے
دل غریب کو بے آسرا ہمیں نے کیا

جناب نیازؔ مکن پوری نے اپنی خود نوشت سوانح عمری میں اپنا آبائی وطن بلگرام بتایا ہے۔ ان کے دادا بلہور رہے مگر ان کے والد نے مکن پوری شریف میں مستقل طور پر رہنا پسند کیا تھا۔ دراصل مکن پوری شریف ایک ایسی مرکزی سرزمین ہے جہاں فارسی علم وادب کا گہوارہ بھی تھا اور جب اردو وجود میں آئی ہے تو یہاں فاطمی ذہانت اور فراست رکھنے والے بزرگوں نے اس زبان میں ایسا ادبی شعور دنیا کے سامنے پیش کیا جس کو دیکھ کر اودھ کے نوابین اور لکھنؤ کے شعراء بھی حیران اور ششدر رہ جاتے تھے۔ نیازؔ نے اپنے استاد محترم جناب چودھری عترت حسین عاشقؔی سے جو کچھ سیکھا اور مکن پور شریف کے بزرگوں سے جو کچھ حاصل کیا خود اپنے قلم سے اس کا بے باک تبصرہ فرمایا ہے۔ "انجمن دائرۃ الادب" کے قیام کی تاریخی حیثیت اور اس انجمن سے وابستہ بزرگوں کا تذکرہ کرتے ہوئے خود نیازؔ تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

"ہر زمانہ میں تعلیم یافتہ لوگوں کو شعروادب سے دلچسپی رہی ہے چنانچہ مکن پور کا شریف ماحول بھی اس سے خالی نہ تھا تاہم سے پہلے بہت سے بزرگ ادب وشعر کے دلدادہ ادب سنج وسخن فہم تھے شعرائے عظام کی خاصی جماعت تھی ادبی نشستیں برپا رہتی تھیں۔ان میں خاص طور سے قابل ذکر مولوی سید شکر اللہ صاحب محسنؔ، میر منظور نبی صاحب احسنؔ، سید فضل الٰہی صاحب افضلؔ، مولانا خوشوقت علی صاحب، خوشوقت حضرت شاہ جرأت علی صاحب، بیریاؔ رجناب عبداللہ صاحب جنونؔ رحمہم اللہ علیہ اجمعیت ہیں جوار دوادب کا گراں بہار سرمایہ چھوڑ کر راہی جنت ہوئے۔حضرت بیریاؔ مصحفی کے اور جنوں خواجہ حیدر علی آتش کے خاص شاگردوں میں تھے ان سے کچھ پہلے مولانا شاہ عبدالجلیل صاحب برجودؔ، حکیم سید نجم الدین نجم صاحب اور مولوی نورالحق صاحب نورؔ اور بہت سے حضرات کا فارسی سرمایہ ادب مخطوطات کی شکل میں آج بھی ہے۔ بزرگوں کی صحبتوں میں ان کی علمی ضیاپاشیوں سے مستفید ہونے کے مواقع ملتے رہتے تھے انہیں کا انعام ہے کہ قدرتی طور پر مجھے بھی شعروادب سے دلچسپی پیدا ہوگئی اُلٹے سیدھے مصرعے موزوں کر لینے کی عادت سی ہوگئی تھی۔

چودھری عترت حسین صاحب رئیس بلہور نے جو اہل مکن پور سے زمیندارانہ اشتراک اور دوستانہ تعلقات رکھتے تھے اکثر آتے اور قیام فرماتے یہاں کے نوجوانوں کی فطری صلاحیتوں اور جبلی رجحانات کا اندازہ کر کے مولانا سید ابوالعرفان مدظلہ کی سرپرستی ونگرانی میں ایک ادبی انجمن کی بنیاد ڈالی اور اس کا نام "دائرۃ الادب" رکھا جس میں مقامی اور اطراف کے رہنے والے چالیس اشخاص شامل تھے۔اصلاح وتربیت کی ذمہ داری خود چودھری صاحب نے لی اور اس فرض کو اس دردہ شوق وانہاک سے پورا کیا کہ سفر وحضر تندرستی وبیماری سوتے جاگتے کسی وقت شاگردوں کے کلام کی اصلاح میں نہ صرف یہ کہ تساہل نہیں برتا بلکہ مزید وجدید غزلوں کا تقاضہ شدید کر دیا میرے ماموں مرحوم منشی رحمت اللہ صاحب بسملؔ جورنگون میں ایک مدت تک اُردوادب کی خدمت نہایت گرم جوشی سے فرماتے رہے اور بوجہ علالت رنگون سے مستقل قیام کا ارادہ کر کے وطن لوٹ آئے تھے۔انجمن دائرۃ الادب میں سکریٹری کی حیثیت سے شریک کیئے گئے۔۹ راگست ۱۹۴۱ء کو اس انجمن کا جس میں میں بھی شامل تھا پہلا مشاعرہ حضرت عاشق مرحوم کی قیام گاہ پر منعقد ہوا۔جس میں قنوج، بلہور، دیوہا وغیرہ قرب وجوار سے کافی حضرات تشریف لائے اور نہایت کامیاب نشست ہوئی یہ سلسلہ دن بہ دن ترقی کرتا گیا۔"

نیازؔ اپنے کلام کے ذریعہ ہر دردمند دل کی دھڑکن بن کر ارباب علم ودانش اور علمی شعور وآگہی رکھنے ولوں کے دلوں میں زندہ وجاوید رہیں گے۔

"انجمن دائرۃ الادب"، مکن پور شریف کے سبھی شعرائے کرام جناب نیازؔ سے ادبی اور شاعرانہ عقیدت رکھتے ہیں۔

اسی لئے نیازؔ کی بے نیازانہ زندگی، ان کے خلوص، ان کی بزرگی، محبت واخلاص اور ان کے اخلاق پر اپنی شاعرانہ عقیدتمندیاں پیش کرتے رہتے ہیں ہم اسی ضمن میں چند شعرائے کرام کے وہ قطعات پیش کر رہے ہیں جو انہوں نے نیازؔ کو نذر کیئے ہیں۔

جناب ر. رؔ مکن پوری کہتے ہیں:۔

جس کے دم سے بہار شعروادب
گل وہ خاروں میں رہ کے پلتا تھا
ایک ٹوٹا دیا نیازؔ سہی
ہاں مگر آندھیوں میں جلتا تھا

☆☆☆

ادیب شاعروذیں دار اک شریف انساں
جو سر چھپا نہ سکا ہو گھروں کی دنیا میں
غموں سے چور تعجب ہے شیشہ جسم نیازؔ
ہمیشہ ہنستا رہا پتھروں کی دنیا میں

ایک باکمال شاعر جناب تبسم مکن پوری جناب نیازؔ کو اپنا خراج عقیدت یوں پیش کرتے ہیں:۔

نقش قدم ہیں جس کے بنے منزل سخن
گزرا رہ حیات سے وہ میر کارواں
ہر اک سخن نواز تبسم نظر میں ہے
میرے نیازؔ جیسا سخن ور کوئی کہاں

☆☆☆

حوصلے میرے جواں میرے عزائم پختہ تر
تیرے ایثار وعمل اے جانے والے ساتھ ہیں
راہ سے چھنٹ جائیں گی سب راہ کی تاریکیاں
مشعل علم وادب کے اب اجالے ساتھ ہیں

جناب امینؔ مکن پوری نیازؔ سے ربط وتعلق اور نیازؔ کی بزرگانہ شخصیت کا تذکرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں:۔

اوجھل ہوئے نگاہ سے عرصہ ہوا مگر
بزم سخن کی آج بھی زینت نیازؔ ہیں
میں نے امینؔ اپنے بزرگوں سے ہے سنا
زندہ ولی کی زندہ کرامت نیازؔ ہیں

اسی ضمن میں ایک اور ہنرمند شاعر فطرت جناب ہنرؔ مکن پوری جناب نیازؔ کی بارگاہ میں اپنے جذبات واحساسات کا تذکرہ کچھ اس طرح سے کرتے ہیں:۔

مجھ کو ادب کی راہ پہ چلنا سکھا گئے
ان کی کرمِ نوازی کا سو بار شکریہ
انعام ہے ہنر پہ نوازش کا آپ کی
شعروادب کی دنیا کے فنکار شکریہ

☆☆☆

نیازؔ پیکر انسانیت کی صورت تھے
نیازؔ واقعی ہر شخص کی ضرورت تھے
ہنرؔ میں اس کے سوا اور ان کو کیا کہتا
نیاز میرے لئے بس خدا کی رحمت تھے

جناں اجملؔ مکن پوری نے نیازؔ اپنا خراج عقیدت اس طرح پیش کیا ہے:۔

تو شاعری کا رنگ ادب کا سرور تھا
بغض وحسد سے دور تکبر سے دور تھا
مانا چراغ آنکھوں کے بے نور تھے نیازؔ
دل کا ترے چراغ مگر نور نور تھا

☆☆☆

کرنے تعمیر جن کا محل آگئے
لے کے سب اپنی اپنی غزل آگئے
دیکھ لے باغ کو اپنے آکر نیازؔ
باغباں تیرے پودوں میں پھل آگئے

☆☆☆

نیاز کی بارگاہ میں جناب محضرؔ مکن پوری اس طرح خراج عقیدت پیش کرتے ہیں

نیاز ہے یہ تمہاری ہی تربیت کا اثر
ریا ہے اور دکھاوہ نہ خود پسندی ہے
نیاز و ناز سے ہم بے نیاز تھے محضرؔ
نیاز تم نے سکھائی نیاز مندی ہے

☆☆☆

جناب مصباح مکن پوری نے اس انداز میں اپنی سعادت مندیاں پیش کیں

جمال علم کی پرنور رعنائی عطا کردی
زمانے بھر کے نادانوں کو دانائی عطا کر دی
نچھاور اس کے قدموں پر مرا ذوق سخن مصباحؔ
وہ نابینا کہ جس نے ہمکو بینائی عطا کردی

مولائے کریم باب شہر علم کے صدقے وطفیل حضرت نیاز جیسے باعظمت بزرگوں کی پشت پناہی میں کاروان علم وادب کو آگے بڑھانے کا جذبہ عطا کردے۔آمین

ابوالمشرب سید مقتدار حسین جعفری

☆☆☆

آپ اور آپ کے اپنے مدار پاک کی پاکیزہ نگری مکن پور شریف میں قیام کرکے حاضر آستانہ ہونا چاہتے ہیں تو رہبر نو گسٹ ہاؤس مدار روڈ مکن پور شریف تشریف لائیے۔ ہر وقت بجلی پانی صاف شفاف ماحول کیلئے ان نمبروں پر رابطہ کیجئے۔

6388094240
7237006874
63068338613

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

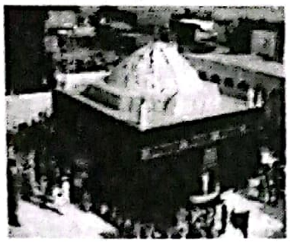

سید بدیع الدین زندہ شاہ مدار علیہ الرحمہ کی

ہندوستان آمد اور انکی خدمات

محمد ساحل پرویز اشرفی جامعی

تاریخ شاہد عدل ہے کہ ہر دور اور ہر زمانے میں بنی نوع انسان کی رشد وہدایت اور انسانی معاشرہ کی اصلاح وفلاح کیلئے کوئی نہ کوئی رہبر ورہنما بحکم الٰہی اس خاکدان گیتی پر جلوہ افروز ہوتا رہاہے اور شمع رشد وہدایت بن کر انسانیت کے تاریک ماحول کو منور ومجلی کرتا رہا خواہ انبیاء ومرسلین کا مقدس طبقہ ہو یا خلفاء راشدین اور صحابہ وتابعین کا نورانی قافلہ، محدثین ومفسرین اور فقہاء ومجتہدین کی مبارک جماعت ہو یا مشائخ عالمین اور اولیاء کاملین کا قابل احترام گروہ علماء فضلاء ہوں یا صوفیاء ذوی الاحترام کا روحانی سلسلہ جس دور میں جیسی گمراہی اور جس طرح کی بے راہ روی رہی پروردگار عالم جل شانہ نے اس کے سد باب کیلئے حالات اور ماحول کے تقاضوں کے مطابق اس دنیا میں ویسی ہی شخصیتوں کو بھیجا تاکہ وہ اپنی خداداد صلاحیت، دانائی وحکمت، فہم وفراست، بصیرت وبصارت اور کشف وکرامت سے حالات کا رخ موڑ دیں اور ماحول کو جرائم سے پاک کر کے امن وامان کا خوشگوار گہوارہ بنادیں۔

یہ امر اہل بصیرت اور ارباب فکر ودانش کی نظروں سے اوجھل نہیں کہ جب ہندوستان میں کفار ومشرکین اپنی پوری توانائیوں کے ساتھ ہر چہار جانب سے مسلمانوں پر حاوی ہو چکے تھے، محمد بن قاسم کی حکومت زوال پذیر ہو چکی تھی اور جادو وسحر وغیرہ ان جیسی باطل قوتوں سے مسلمانوں کے نام ونشان نیست ونابود کئے جا رہے تھے تو ایسے نازک اور بھیانک دور میں قدوۃ السالکین، زبدۃ العارفین، امام الواصلین، حضور سیدنا سید بدیع الدین زندہ شاہ مدار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ قاطع کفر وضلالت، مزیل تاریک وظلمت، شمع رشد وہدایت ابر رحمت وشفقت، رہبر آدمیت وانسانیت، مخزن علم وحکمت اور صاحب کشف وکرامت بن کر ہندوستان تشریف لائے۔ جوں ہی آپ کی آمد سعید ہندوستان ہوئی تو آپکے قدوم میمنت لزوم کی قدم رنجائی کی برکت سے سرزمین ہند معطر ہوگئی، اسلام کو نئی زندگی مل گئی، اسلام کا خزاں رسیدہ باغ سر سبز شاداب ہوگیا، چمن اسلام لہلہا اٹھا، باطل طاقتیں سرنگوں ہوگئیں آپ نے اپنے کردار وعمل سے باطل پرستوں کو ایسا دندان شکن اور مسکت جواب دیا کہ آج تک باطل قوتیں اسکا جواب دینے سے قاصر ہیں اور دشمن اسلام پر تیر ونشتر برسا کر انہیں ایسا چور چور کر دیا کہ الی ہذا الیوم انکے ماتھے پر نشانی نظر آرہی ہے اور ان شاء اللہ العزیز تا صبح قیامت کفر وضلالت کی پیشانی پر یہ مداری زخم برقرار رہے گا۔

حضور سید بدیع الدین زندہ شاہ مدار علیہ الرحمہ کی ہندوستان آمد کب اور کیسے ہوئی

تو اس بارے قیصر مداریت حضرت علامہ قیصر رضا علوی المداری رقم طراز ہیں کہ:

> ''قطب الاقطاب سیدنا سید بدیع الدین احمد زندہ شاہ مدار قدس سرہ کے تذکرہ نگاروں کا اس بات پر اجماع ہو چکا ہے کہ آپ 282 ہجری میں بحکم رسول مقبول علیہ السلام ہندوستان تشریف لائے''۔

مزید آپ لکھتے ہیں کہ:

"آپکے سفر ہند کا تذکرہ صاحب تذکرۃ المتقین نے اس طور پر فرمایا کہ حضور نبی کریم ﷺ نے "حضرت قطب المدار را حکم فرمودند کہ بہ ہندوستان رفتہ درامر حق سعی بکار بری چنانچہ از آنحضرت ﷺ اجازت حاصل کردہ عازم ہند گشتند ہدایت ارشاد خلق اللہ رافرمودہ مخلوق را راہنمائی نمودہ برجہاز سوار شدند روزے حضرت فضائل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشادمی فرمودند کہ راکبان جہاز ازراہ عنادو اعتساف سخنہائے مخالفانہ سر کردند حضرت ازاوشاں ناخوش شدند و بہ مشیت ایزدی آں جہاز درتباہی آمد وآں ہمہ دربحر فنا غرق شدند مگر حضرت مع یازدہ کس ازاں گروہ پرخاش جو برتختہ وبسی برنیامد کہ آں باقی ماندگان ہم راہ فناء گرفتند حضرت قطب المدار ناخدائے حقیقی بافضال خویش بر ساحل نجات رسانید عمارتے عالیشان از دور پدید آمد وقتیکہ حضرت متصل وےرسیدند مردے بزرگ صورت فرشتہ سیرت رابر درش ایستادہ یافتند آں پیرمرد سبقت سلام کردہ دراں مکان رفیع الشان آنجناب را بھمراہی خود بردہ حضرت بآں مقام بزرگی راازنہایت جاہ وحشم ضروریراہزنی آیت جاوحشم برتخت مرصع ومکلل زیب وسادہ یافتند ومودب قرپیش رفتند آں بزرگ از کمال شفقت وعاطفت نزدخود نشانید وطعامے پیش کرد آں طعام ملکوتی بودنہ لقمہ از دست خودنوش کنانید حنید لقمہ کہ ازحلق فرومی رفت احوال یک طبق ازطبقات ارضی وسماوی بروی مکشوف می گشت الغرض ازعرش تاثری برحضرت مبرہن گردید پس ازاں لباس بہشتی پوشانید وفرمودند انشاءاللہ تعالی تراگاہے خواہش اکل وشرب نخواہد شد وخرقہ کہ دادہ ام کہنہ نخواہد گردید آں بزرگ سرحلقہ ملائکہ عنصری بودنامش شخیشا است و بروایت چناں ہم آمدہ کی افتخارخرقہ وطعام ازدست حق پرست حضرت رسول اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم مرحمت شدہی قول اصح یافتہ شودمندوبہ باتفاق جمہور"۔

(تذکرۃ المتقین فارسی صفحہ 44-45)

حضرت قطب المدار کو ہندوستان جاکر تبلیغ دین کا حکم فرمایا چنانچہ حضرت مدار پاک آنحضرت علیہ السلام سے اجازت حاصل کر کے عازم ہندوستان ہوئے تاکہ خلق اللہ کے درمیان ہدایت وارشاد کا کام جاری کریں-آپ جہاز پر سوار ہوئے ایک دن اثنائے سفر آپ نے حضرت علیہ السلام کے فضائل ومناقب بیان فرمائےجس کی وجہ سے جہاز پر سوار لوگ ازراہ عنادو تعصب صدائے مخالفت بلند کرنے لگےاس بات سے آپ خاطر ملول ہو گئے چنانچہ بہ مشیت الہی وہ جہاز تباہی میں پھنس کر فنا کے گھاٹ اتر گیالیکن حضرت مدار پاک 11 آدمیوں کے ساتھ ایک تختہ کے سہارے پانی کے بہاؤ کے مطابق چلتے رہے یہاں تک کہ وہ
لوگ بھی فوت ہوگئےلیکن ناخدائے حقیقی یعنی اللہ عزوجل کے خاص فضل وکرم سے آپ ساحل نجات کو پہنچے آپ نیدور ہی سے خا یک عالیشان

عمارت دیکھی جب اس کے قریب پہنچے تو دیکھا کہ ایک بزرگ صورت فرشتہ سیرت شخص اس محل کے دروازے پر کھڑا ہے اس بزرگ شخص نے آگے بڑھ کر آپ کو سلام پیش کیا اور آپکو اپنے ہمراہ اس محل میں لے گیا اس محل میں ایک بزرگ صاحب جاہ وحشم ایک تخت مرصع پر پوری سادگی کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ آپ جب بانہ حضور پر ان کے قریب پہنچے ان بزرگوار نے کمال شفقت وعاطفت کے ساتھ آپ کو اپنے قریب بیٹھایا اور طعام ملکوتی کو در پیش فرماتے ہوئے نو لقمہ خود اپنے ہاتھ سے خود قطب المدار کو کھلایا چنانچہ لقمہ ملکوتی کا حلق کے نیچے اترتا تھا کہ طبقات ارضی وسماوی سے ایک ایک طبق آپ پر روشن ہو گیا یہاں تک کہ عرش سے لے کر تحت الثریٰ تک کے تمام طبقات آپ پر روشن ہو گئے پھر ان بزرگ نے آپ کو لباس بہشتی پہنایا اور فرمایا کہ ان شاء اللہ تعالی اب تمہیں کھانے پینے کی حاجت نہ ہوگی اور جو خرقہ تمہیں دیا ہے یہ بھی میلا پرانا نہ ہوگا وہ بزرگ سر حلقہ ملائکہ عنصری تھے ان کا نام شخیشا ہے جبکہ ایک دوسری روایت میں آیا ہے کہ جنہوں نے اپنے دست حق پرست سے آپ کو خرقہ اور طعام عطا فرمایا تھا وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم تھے۔ اور یہی والاقول اصح ہے اسی پر جمہور کا اتفاق ہے: تذکرۃ المتقین کی مذکورہ تحریر سے یہ بات روشن ہو گئی کہ حضور سیدنا سید بدیع الدین زندہ شاہ مدار علیہ الرحمہ کی ذات اقدس وہ اعزازی ذات ہے جو تبلیغ وارشاد کے لیے ہندوستان اپنی مرضی سے نہیں بلکہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایماء مبارکہ سے تشریف لائے اور آقائے دوعالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے جب اپنے اس منتخب مبلغ اور داعی کو ہندوستان کے سفر کیلئے روانہ فرمایا تو دوران سفر ہی ایسے ایسے عطیات وتبرکات سے نوازا جو بہت کم اولیاء کرام رضی اللہ عنھم کو عنایت ہوئے کہ کبھی حضور ﷺ اپنے دست اقدس سے آپکو جنتی کھانا کھلا رہے ہیں تو کبھی بہشتی لباس سے آپکو مزین فرما رہے ہیں۔

ایں سعادت بزور بازو نیست

یہی وجہ ہے کہ آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے پھر اس کے بعد کبھی اس دنیا فانی کی کوئی چیز تناول فرمایا اور نہ کوئی چیز نوش فرمائی اور حیات ظاہری ایک ہی لباس پر اکتفاء فرمایا۔

یاد رہے کہ آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ ہندوستان آنے کے بعد کسی ایک جگہ جامد وساکت ہو کر تبلیغ واشاعت دین کے عظیم فریضہ کو انجام نہیں دیا بلکہ قرآن مقدس کا فرمان سیروا فی الارض کے مطابق زندگی کا ایک خاص حصہ دینی مذہبی سیر وسیاحت میں گزارا درویشوں اور صوفیوں کی طرح آپ نے بھی مسافرت کی صعوبتیں اور تکالیف برداشت کی فروغ دین ومذہب کے لیے ہندوستان وغیرہ کئی ممالک کا سفر فرمایا ہم یہاں طوالت مضمون کے خوف کو مد نظر رکھتے ہوئے فقط چند ہندی شہروں میں آپ کی آمد مسعود سے جو دینی خدمات وقوع پذیر ہوئی ہیں انھیں اختصار کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔

کاٹھیاواڑ میں آمد

آپ ہندوستان سمندر کے راستے سے سب سے پہلے کاٹھیاواڑ پہنچ کر اپنے اس زمانے کے ایک مشہور کمانچہ میں کچھ دن قیام کیا وہاں رہ کر آپ نے ایک شغل بھی کیا جس کو شغل حیات ابدی بھی کہتے ہیں۔

جونپور میں آمد

حضرت سید بدیع الدین رحمۃ اللہ تعالی علیہ جب جونپور میں رونق افروز ہوئے تو خاص وعام لوگوں نے آپ کا شاندار استقبال کیا سلطان ابراہیم شرقی اشرف خان اور رسید صدر جہاں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی آپ کے لئے مریدوں نے ایک حجرہ بنایا جس میں آپ عبادت کرتے تھے جون پور میں آپ جب تک رہے جمعرات کے دن لوگوں کو وعظ ونصیحت فرماتے تھے آس پاس کے لوگ بھی اس مجلس میں کثیر تعداد میں شریک ہوا کرتے تھے۔

کنتور میں آمد

جب آپکی جلوہ گری کنتور میں ہوئی تو وہاں کے لوگ آپکی بارگاہ میں حاضر ہو کر کچھ عرصے تک خوب خوب فیضیاب ہوئے اور کافی افراد آپکے حلقہ ارادت میں بھی داخل ہوئے اسی درمیان جب قاضی محمود نے آپکو ایک مسجد میں مشغول عبادت دیکھا تو ان پر عجب سی کیفیت طاری ہو گئی اور پھر کیا تھا کہ آپکے قدموں گر کر داخل سلسلہ ہوئے اور خلافت مداریہ سے سرفراز ہوئے۔

گھاٹم پور میں آمد

کنتور سے آپ گھاٹم پور پہونچے اور وہاں عرفان کی خوب دولت لٹائی اور وہاں کے راجہ کو آپکی دعا سے اولاد نصیب ہوئی۔

سورت میں آمد

گھاٹم پور سے آپ نے سورت میں جلوہ فگن ہوکر کچھ روز قیام فرمایا اور یہاں کے باشندے آپ سے کافی مستفیض ہوئے بعدہ آپ وہاں سے قنوج چلے گئے۔

قنوج میں آمد

سیدنا سید بدیع الدین زندہ شاہ مدار رحمۃ اللہ علیہ مختلف مقامات کو فیضیاب کرتے ہوئے قنوج تشریف فرما ہوئے جہاں لوگ جماعت در جماعت اور جوق در جوق آپکے حلقہ ارادت میں شامل ہوتے گئے اور بہت سے قلوب واذہان کے دریچے خانے کو ایمان کی ضیاوں سے روشن وتابناک کردیا-قنوج کے قریب ایک موضع رادھانگر میں حضرت مخدوم شیخ اخی جمشید قدوائی رحمۃ اللہ علیہ کو جب آپکی آمد کی بشارت ملی تو وہ نہایت ہی عقیدت ومحبت کے ساتھ آپکی خدمت پرفیض میں حاضر ہوئے اور قدم بوسی فرمائی بعدہ دونوں بزرگوں کے درمیان کافی دیر تک راز ونیاز اور اسرار ورموز کی باتیں ہوتی رہی پھر قدوائی صاحب رحمۃ اللہ تعالی علیہ واپس رادھانگر کو تشریف لے گئے

مکن پور شریف آمد

پھر آپ قنوج سے اپنی آخری آرام گاہ مکن پور شریف تشریف لے آئے اور وہیں زندگی کے آخری لمحہ تک یاد الہی، اطاعت وبندگی اور رشد وہداہت میں مصروف رہ کر سلسلہ مداریہ کی تبلیغ واشاعت فرمانے لگے جسکے سبب مکن پور شریف سلسلہ مداریہ سے وابستگان کیلئے عقیدت کا مرکز بن گیا حضرت کے مکن پور شریف پہونچتے ہی وہ تالاب بھی خشک ہوگیا جس کے بارے میں حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے آپکو بشارت دی تھی اور اس تالاب کی لہروں سے یاعزیز کی آواز بھی آنا بند ہوگئی حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی بشارت کے مطابق سب واقعات ہوئے-حضرت کے مریدین وخلفاء نے آپ کے رہنے کیلئے ایک عمارت بنائی جس میں آپ نے اپنی زندگی کے آخری انتالیس سال گزارے مکن پور میں آپ نے لوگوں کو بیعت سے نوازا-ایک دن شاہ محمد یاسین خان نامی ایک مرید سے آپ نے وضو کا پانی منگوایا انکو پانی نہ ملا تلاش بسیار کے باوجود جب اسے پانی حاصل نہ ہوسکا تو دعا مانگی جس سے پانی کا چشمہ جاری ہوا خوشی میں جب چشمہ کا پانی لیکر حضرت کے پاس لایا تو حضرت نے اس چشمہ کے بارے میں پیش گوئی فرمائی کہ ان شاء اللہ اس چشمہ کا فیض زمین وآسمان کے قیام تک جاری رہے گا (ذوالفقار بدیع)

شہنشاہ روحانیت ہندالولی ہند کے راجہ خواجہ سیّد
معین الدّین چشتی اجمیری کے عرس پاک کے موقع پر ادارہ

رہبر نور مکن پور شریف

اجمیر شریف کی دھرتی پر پہونچنے والے

تمام زائرین کو قلبی مبارک باد پیش کرتا ہے

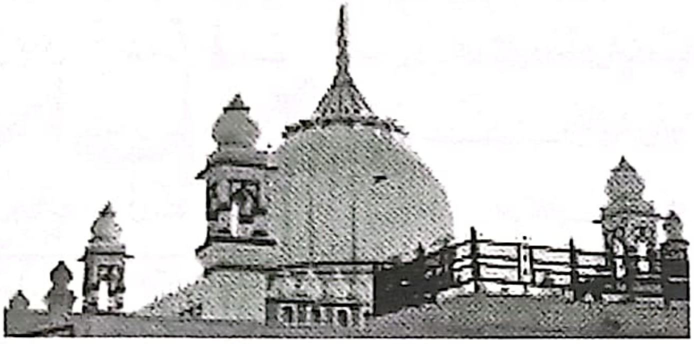

سیّد العلماء حضرت علامہ سیّد شاہ آل مصطفیٰ رحمۃ اللہ علیہ مارہروی

مفتی محمد شاہد رضا خاں مشربی مداری بریلی

نام:۔سیّد آل مصطفیٰ اولاد حیدر۔

ولادت:۔۱۰رشعبان المعظم ۱۳۳۲ھ اتوار کے دن۔

تعلیم وتربیت:۔قطب وقت حضرت شاہ اولاد رسول مارہروی قدس سرہ۔(جو آپ کے ماموں تھے) کے زیر سایہ آپ کی تربیت ہوئی دارالعلوم معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف میں برسوں صدرالشریعہ حضرت مفتی امجد علی قدس سرہ کے زیر نگرانی تعلیم حاصل کی۔طب کی تعلیم طبیہ کالج مسلم یونیورسٹی علی گڈھ میں پائی۔حکیم عبداللطیف فلسفی مشفق اساتذہ میں تھے۔

دینی ملّی وقومی خدمات:۔برسہابرس مسجد قصابان،کھڑک روڈ،ممبئی میں امامت وخطابت کے منصب پر فائز رہے۔اسی دوران ۱۹۵۸ء میں سنی مسلمانوں کی ملّی دینی اور سیاسی تنظیم کیلئے آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء قائم کی ذمہ داری کے احساس اور عمدہ کارکردگی کی بناپر وقت تاسیس سے تادم وصال مستقل صدر رہے عروس البلاد ممبئی جیسے شہر میں آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء کی دینی ملّی خدمات اس قدر ہیں کہ انکو فراموش نہیں کیا جاسکتا مساجد میں ایمہ کی تقرری مجالس ووعظ وتقریر میں مقررین وخطباء کا انتظام سیاسی امور میں عوام کی صحیح اور دیانت دارانہ قیادت تہواروں کے موقع پر رویت ہلال کا اہم مسئلہ اسی جمعیۃ العلماء کے اعلان پر طے پاتا۔

گمراہ فرقوں کا بھرپور مقابلہ اور انھیں تحریر وتقریر وعظیم احتجاجی جلوس کے ذریعہ منھ توڑ جواب دیکر کیفر کردار تک پہونچانا یہ سب آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء کے کارنامہ ہیں جو حضرت سیّد العلماء کی صدارت کے عہد تک کامل و اکمل طریقے پر انجام پاتے رہے۔

تبلیغی سرگرمیاں وبیعت وارشاد:۔اعلیٰ درجہ کے خطیب اور شاندار بہترین نثر نگار اور خوش فکر شاعر تھے۔آپ کی خطابت کی پورے ملک میں دھوم تھی۔ملک کے طول وعرض میں کانفرنسوں کی صدارت اور بڑے بڑے جلسوں سے خطاب کرکے قوم کو رشد وہدایت پر لانا ان کے عقائد اعمال کی اصلاح آپ کی زندگی کا انمول باب ہے۔سرکار کلاں خانقاہ برکاتیہ کے آپ زیب سجادہ بھی تھے۔اور آپ نے حق سجادگی بخوبی ادا فرمایا۔(تذکرہ اکابر اہل سنت صفحہ ۳۵۶)

آپ سارے سلاسل کی ترجمانی فرماتے ہیں آپ کا مقصد واحد مسلک اہل سنت کی ترویج واشاعت تھا سلسلہ عالیہ قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ، نقشبندیہ، مداریہ قدیمہ وجدیدہ سے مستفید ومستفیض تھے اور لوگوں میں ان نسبتوں کو تقسیم بھی فرماتے تھے۔سلسلہ عالیہ مداریہ کے متعلق آپ کا مکتوب آج بھی تمام سلاسل کے بزرگوں کی تعظیم وتوقیر ان سے فیضیابی کا درس دیتا ہے۔آپ نے ہمیشہ اتحاد واتفاق اہل سنت کی بات فرمائی۔حسان

البند حضرت علامہ سید معز حسین ادیب مکن پوری رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ ''ایک بار میں اور برادر گرامی (شیخ البند حضرت علامہ سید ذوالفقار علی قمر علیہ الرحمۃ) ایک جلسے کے سلسلہ میں بغرض شرکت بلدوانی گئے ہوئے تھے وہاں سید العلماء مولانا سید آل مصطفیٰ (علیہ الرحمۃ) سے ملاقات ہوئی مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خاں علیہ الرحمۃ بھی جلوہ افروز تھے۔ یہ وہ دور تھا جب اہل سنت وجماعت کا دستور اساسی مرتب کر کے اس پر علماء اہل سنت سے دستخط حاصل کئے گئے تھے۔ دستور اساسی میں چار کتابوں کا ذکر تھا۔ کہ جو ان پر عقیدہ وایمان نہیں رکھتا وہ صحیح سنی العقیدہ کہلانے کا مستحق نہیں۔ ان چار کتابوں میں سبع سنابل بھی تھی برجستہ تذکرہ برادر گرامی (شیخ البند حضرت علامہ سید ذوالفقار علی قمر علیہ الرحمۃ) نے مولانا سید آل مصطفیٰ (علیہ الرحمۃ) مارہروی صدر سنی جمعیۃ العلماء سے دریافت کیا کہ آپ نے سبع سنابل کو دستور اساسی میں رکھ کر اس پر عقیدہ رکھنا ضروری قرار دیا ہے۔ جبکہ اس میں ایسی روایات ہیں جو انبیاء [illegible] بہتان ہیں۔ یہ کہاں تک درست ہے؟ مولانا سید آل مصطفیٰ (علیہ الرحمۃ) نے فرمایا۔ چونکہ اس کے سنابل [illegible] اس لئے اسے دستور اساسی میں شامل کیا [illegible] سے کوئی تعلق نہیں ہے [illegible] کا اطلاق کل پر ہوتا ہے یہ کیسے ممکن ہے کہ جز پر عقیدہ رکھا جائے [illegible] کتاب کو [illegible] خارج از عقیدہ کر دیا جائے۔ آپ نے تو پوری کتاب کو صحیح سنی العقیدہ کتاب کی شکل میں پیش کیا ہے۔ جس میں جہاں اور خاصان خدا پر بہتان تراشیاں کی گئی ہیں وہاں سلسلہ عالیہ مداریہ کو بھی سوخت بلا کرامات قطب المدار رضی اللہ عنہ کی جسارت بیجا کی گئی ہے۔ اس کے جواب میں مولانا سید آل مصطفیٰ (علیہ الرحمۃ) نے ارشاد فرمایا ''استغفر اللہ'' میں یہ بات اپنی زبان سے کیسے نکال سکتا ہوں۔ جبکہ خود میرے بزرگوں نے سلسلہ عالیہ مداریہ سے خلافت واجازت حاصل کر کے فیضان مدار العالمین دوسروں کو پہونچایا ہے۔ میرا تو یہ عقیدہ ہے کہ جہاں سرکار غوث نے میرے دامن میں تھوڑی سی خاک ڈال دی تو میرا بھلا ہو گیا وہاں سیدنا مدار العالمین نے میری جھولی میں تھوڑی سی خاک ڈال دی جس سے میرا بھلا ہو گیا۔ اس گفتگو کے بعد مولانا سید آل مصطفیٰ (علیہ الرحمۃ) نے اپنی تقریر میں عوام کے سامنے فیضان مدار العالمین سے متمتع ہونے کا پرزور اعلان فرمایا اور فضائل سلسلہ عالیہ مداریہ بیان فرمائے۔ (سیف مدار صفحہ ۸)''

سلسلہ عالیہ مداریہ کے بارے میں کسی صاحب کی گفتگو حضرت مولانا سید آل مصطفیٰ (علیہ الرحمۃ) سے ہوئی تھی۔ جس کے جواب میں آپ نے ایک مکتوب تحریر فرمایا تھا'' غازی ملت حضرت علامہ سید محمد ہاشمی میاں قبلہ اپنی کتاب سعی آخر میں مکتوب سید العلماء اس طرح سے نقل فرماتے ہیں''

سلسلہ مداریہ کے متعلق سوخت اور کالام کے جو الفاظ تھے وہ ہرگز ہرگز میرا ذاتی مسلک ومشرب نہ تھا بلکہ صرف نقل روایت کر کے سلسلہ عالیہ کی نسبت اپنا عقیدہ بیان کرنا تھا۔۔۔۔۔۔۔ دو سطر بعد۔۔۔ آپ تو اچھی طرح جانتے ہیں کہ خانقاہ عالیہ قادریہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ تین صدیوں سے ناموس اولیائے کرام علیہم الرحمۃ والرضوان کیلئے اپنی ساری قوتیں اور طاقتیں بازی پر لگائے ہوئے ہے۔ تو پھر اس خانقاہ شریف کے ایک حقیر خادم کی حیثیت سے کیوں کر متصور تھا کہ وہ اپنے ایک مرشد اجازت ذات برگزیدہ صفات حضور پرنور قطب المدار رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا کی بارگاہ فضیلت پناہ میں زبان گستاخانہ دراز کرتا۔ اے سبحان اللہ''

کیا میں اتنا احمق تھا کہ جس شاخ پر بیٹھا تھا اسی پر کلہاڑی چلاتا سلسلہ عالیہ مداریہ کے اجرائے فیض کا انکار کیا خود میرے جد کریم سید شاہ برکت اللہ قدس سرہ العزیز کی معاذ اللہ تجہیل وتحمیق کے مترادف نہ ہوتا؟ آگے چل کر تحریر فرماتے ہیں۔۔۔ تو پھر انصاف فرمائیے کہ فقیر کے اس

اقرار کے باوجود کہ میرے خاندان باوقار کے پاس سلسلہ عالیہ مداریہ کی اجازت موجود ہے جو کالپی شریف سے آئی اور خود فقیر کو اجازت ہے۔ مجھ پر سلسلہ عالیہ کے سرے سے سوخت ہونے کے عقیدے کا الزام بہتان ہے یا نہیں؟ لہٰذا فقیر کا مسلک سماعت فرمائیے" کہ یہ فقیر خاکپائے مرشدان عظام حضور پر نور سیّدنا بدیع الملۃ والشریعۃ والطریقۃ والاسلام والدین شیخنا مرشدنا سیّدی قطب المدار زندہ شاہ مدار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا ویسا ہی مرشد اجازت مفیض ومفید یقین کرتا ہے جیسا کہ خواجۂ خواجگان سلطان الہند ولی الہند عطاء الرسول سیّدنا خواجہ غریب نواز چشتی اجمیری وحضرت خواجہ بہاء الملۃ والدین سیدنا مولائے نقشبند وسیّدنا شیخ الشیوخ شہاب الملۃ والدین عمر سہروردی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو" مکتوب گرامی کے آخر میں موانا سیّد آل مصطفیٰ (علیہ الرحمۃ) فرماتے ہیں" آخر میں جناب کی اطلاع کیلئے اپنا شجرہ عالیہ مداریہ لکھ رہا ہوں۔ جو میں نے اپنی خاندانی کتاب اسناد "النور والبہاء فی اسانید الحدیث وسلاسل الاولیاء" مصنفہ جدّ کریم حضرت سیّدنا شاہ ابوالحسین احمد نوری قدس سرہ العزیز سے نقل کیا ہے۔" ملاحظہ ہو!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین فیقول الفقیر ابوالحسین عفی عنہ اجازنی بالسلسلۃ البدیعیۃ المداریۃ جدّی ومرشدی السیّد آل رسول الاحمدی قدس سرہ عن الحمزۃ اچھے صاحب عن ابیہ عن جدّہ عن صاحب البرکات عن السیّد فضل اللہ عن ابیہ عن جدّہ عن جمال الاولیاء عن الشیخ قیام الدین عن الشیخ قطب الدین عن السیّد جلال عبدالقادر عن السیّد مبارک عن السیّد اجمل عن العارف الاجل الکامل الاکمل مولانا بدیع الحق والدین المدار المکنوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ عن الشیخ عبداللہ شامی عن الشیخ عبدالاول عن الشیخ ابین الدین عن امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن سیّد المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم وسلم۔ الغرض سیّد العلماء علیہ الرحمۃ دنیائے طریقت

٭٭٭

صوفیائے اسلام اور دعوت حق

محمد شکیل خان مداری بیرم نگر بریلی

اس بلند آسماں کے نیچے کرۂ ارض کے اوپر جہاں انسان کی حاجت وضرورت کیلئے رب کائنات نے جمع اشیاء کو وجود بخشا وہیں دنیا میں روشنی کیلئے آسمان پر چاند، سورج اور ستاروں کو جگمگایا۔

دنیا میں انسان رب تبارک وتعالیٰ کی جملہ نعمتوں سے مستفیض ونامراد ہوتا ہے اور ہمہ اوقات اپنی ترقی اور اپنے مستقبل کو روشن کرنے میں لگا رہتا ہے۔ اور یہی نہیں بلکہ ظلم وزیادتی، جبر واستبداد کے ذریعہ لوگوں پر حکومت کرنا اپنی کامیابی اور اعلائی سمجھ بیٹھتا ہے حالانکہ اعلائی کا اعلان کرنے والا فرعون موسیٰ کے مقابل میں آکر غرقاب ہوگیا اور ہمیشہ ہمیش کیلئے نشانِ عبرت بن گیا اور موسیٰ علیہ السلام جو کہ نرم دل نہایت شفیق تھے اللہ نے انہیں زندہ وجاوید بنا دیا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سُنت اور آپسی رواداری انسان کو زندہ رکھتی ہے اخلاق وکردار کے سامیانے ہمیشہ اچھائی کی دعوت دیتے ہیں خلوص اور سخاوت اسلامی تلوار سے قناعت وپرہیزگاری دینی ہتھیار ہے۔ انہیں صفات بالا سے متصف ہونے والے صوفیاء جن کی گرانقدر محنتوں کا نتیجہ ہے کہ آج اسلام دور دراز ممالک میں لوگوں کے صمیم قلب تک رسائی پاچکا ہے۔

اہل فکر اس بات پر متفق ہیں کہ اسلام تلوار سے نہیں بلکہ کردار سے پھیلا ہے صوم، صلوٰۃ، تقویٰ طہارت، مراقبات نور الہیہ، امن وامان، اخلاق وکردار، سیرت ومعیار بھی تبلیغ واشاعت کے اسباب میں آتا ہے یہی وجہ ہے کہ صوفیاء اسلام امن پسند نہایت ہی انصاف پسند، شدت وانتہا پسندی سے دور اور عمل کے میدان میں سریع السیر نظر آتے ہیں۔ خدا طلبی کا جذبہ ان کا وطیرہ ہے توحید پرستی ان کی غذا ہے توکل علی اللہ ان کے قلب کی روشنی ہے۔ ایاک نعبد وایاک نستعین ان کا مشن دیانت ہے۔ نمازوں میں اپنے رب سے ہمکلام ہوکر معراج کی دولت سے مشرف ہوتے ہیں خداشناسی ہی ان

باقی صفحہ 64 پر

غزلیات

ایک ایسے عالم شعروادب اور باکمال شاعر کی چند غزلیں جس نے اُردو شاعری اور اُردو زبان وادب کو جدید لب ولہجہ اور جدید فکروفن کی روشنی عطا کی تھی۔ آج دنیائے شعروادب "جناب رہبر ؔتمن پوری" کو علمی وادبی خراج عقیدت پیش کرتی ہے۔

(۱)

چھوگئے باد سحر کیا ان کے گیسو ہاتھ میں
بانٹتی پھرتی ہے گھر گھر لے کے خوشبو ہاتھ میں

ہو نہ ہو لوگو کسی منصف کی یہ تصویر ہے
آنکھوں پہ پٹی بندھی ہے اورترازو ہاتھ میں

آئے ہیں احباب میرے خانہ تاریک تک
روشنی کا تحفہ دینے لے کے جگنو ہاتھ میں

یہ تقاضہ خوب ہے ، مانیں گے اس کو رہنما
معجزہ رکھتا ہو کوئی یا ہو جادو ہاتھ میں

شعلہ ہیں شبنم ہیں کیا ہیں یہ پتہ چل جائیگا
کاش کوئی لے کے دیکھے میرے آنسو ہاتھ میں

میرؔ اور غالبؔ کے ہے جذبات کی جس میں شراب
زندگی رقصاں ہے لیکرجام اردو ہاتھ میں

پیاس کا شکوہ تو ہے جہد عمل کچھ بھی نہیں
جام خالی ہیں لئے بیٹھے لب جو ہاتھ میں

دور ہی سے کرلیا تھا ایک دن اس کو سلام
عمر بھر آتی رہی رہبرؔ ہے خوشبو ہاتھ میں

---

(۲)

آرزو ٹوٹ کے جب کوئی بکھر جاتی ہے
ایک امید ہے جو دل مرا بہلاتی ہے

جس پہ تنہائی میں لکھتا ہوں کبھی اپنی غزل
اس ورق پہ تری تصویر ابھر آتی ہے

میرے تاریک مکاں میں بھلا کون آیگا
میری پرچھائیں دیوار پہ جم جاتی ہے

اب تھکے ہاتھوں میں مشاطۂ تدبیر لئے
زندگی گیسوئے حالات کو سلجھاتی ہے

مضطرب رہنا مقدر میں لکھا ہے اس کے
زیست آغوش اجل میں ہی سکوں پاتی ہے

روشنی میں جو مرے ساتھ رہا کرتی ہے
تیرگی میں وہی پرچھائیں بھی کتراتی ہے

جب کبھی ترک وفا کا ہوں ارادہ کرتا
میری دیوانگی رہبرؔ مجھے سمجھاتی ہے

---

(۳)

ہائے کیسی بہار آئی ہے
ہر کلی خون میں نہائی ہے

آگ میں مجھ کو جھونکنے والو
کیا یہ نمرود کی خدائی ہے

دامنوں پر ہیں خون کے دھبے
اور ہونٹوں پہ پارسائی ہے

آہ مظلوم سے ڈرو لوگو
اس کی اللہ تک رسائی ہے

میری سچ بولنے کی عادت ہے
مجھ میں بس ایک ہی برائی ہے

ایک بھائی کے خون کا پیاسا
ہے تعجب کہ ایک بھائی ہے

خون دل صرف کردیا رہبر
یوں غزل آپ کی سجائی ہے

---

(۴)

یوں ہی نہیں یہ ہونٹ ہمارے نیلے ہیں
سچائی کے بول بڑے زہریلے ہیں

پگ پگ پر یہ دل کا شیشہ ٹوٹے ہے
جیون کے رستے کتنے پتھریلے ہیں

ہم بھی ہنسے تھے یہ تو ہم کو یاد نہیں
مدت سے آنکھوں کے پپوٹے گیلے ہیں

دیکھو چیخیں ڈوب گئیں تنہائی میں
ہاتھ کسی کے شاید ہوئے پیلے ہیں

سچ بتلادے کس نے بھر دی ہے یہ کسک
کوئل تیرے گیت بڑے دردیلے ہیں

جن پتوں نے لالی دی تھی پھولوں کو
اب دیکھو وہ پتے پیلے پیلے ہیں

پاؤں ہوئے ڈگمگ ڈگمگ جس نے دیکھا
رہبر اس کے کتنے نین نشیلے ہیں

---

(۵)

تیرے جلوے عام ہیں ہر شہ میں تیرا نور ہے
لن ترانی ہے نہ موسیٰ ہے نہ کوہ طور ہے

خستہ حالی چھوٹے بچے ہیں مزدور ہے
زندگی درد مشقت اور دکھوں سے چور ہے

ہاتھ پیچھے ہیں بندھے کانٹے چبھے ہیں پاؤں میں
راہ بھی تاریک تر ہے اور منزل دور ہے

قہقہہ زن ہے زمانہ آج میرے حال پر
دیکھنا ہے کیا خدا کو بھی یہی منظور ہے

وہ کرم فرمائیں گے مجھ پر یقیں آتا نہیں
دیکھے جب اندھا تو پتیائے مثل مشہور ہے

غیر بن جاتے ہیں اپنے ہوجاتے ہیں غیر
سچ بتاؤ کیا زمانے کا یہی دستور ہے

وقت ہی کے سامنے پتھر جھکا دیتے ہیں سر
وقت ہی کے آگے رہبر آدمی مجبور ہے

---

(۶)

جب سفینہ ہم بھنور میں لائے ہیں
موج طوفاں کو لپیٹے آئے ہیں

ہیں ہمارے پاؤں کے چھالے گواہ
ہم بیاباں سے بہاریں لائے ہیں

خون دل سے سرخ تھیں آنکھیں مگر
لوگ سمجھے میکدے سے آئے ہیں

غم کی دھوپیں ہیں مری تقدیر میں
ان کی قسمت میں خوشی کے سائے ہیں

میں نے اخلاص ووفا کے نام پر
یہ نہ پوچھو کتنے دھوکے کھائے ہیں

غم، تباہی، تلخیاں، رسوائیاں
ہاں یہی اپنوں سے تحفے پائے ہیں

گھر میرا نیلام ہوتے دیکھ کر
سب کو غم ہے خوش مرے ہمسائے ہیں

گردش دوراں سے رہبر پوچھئے
ہم ہجوم غم سے کب گھبرائے ہیں

آدابِ زندگی اسلامی شعور و آگہی

مفتی سیّد نثار حسین جعفری

ادب اطاعت و فرمانبرداری کا جذبہ اور خلوص ہے زندگی گذارنے کے جو اصول ہیں وہی دین ہے اپنی ذاتی برتری کی نفی اور کسی کو دکھ دینے اور تکلیف نہ پہونچانے کا نام ادب ہے اچھے اخلاق، تسلیم و رضا، عاجزی، انکساری، اطاعت و فرمانبرداری اور نرم خوئی، ادب کی علامات و پہچان ہیں۔ ادب اسلامی تعلیمات میں بنیادی اہمیت رکھتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے ساتھ ادب یہ ہے کہ خلوت و جلوت ہر حال میں اللہ کو حاضر و ناظر جانیں تاکہ احکام خداوندی کی پابندی میں آسانی ہو اس سے قول و فعل کا تضاد ختم ہو جاتا ہے جب انسان کے ہر خیال اور عمل کی بنیاد ذات خداوندی ہوگی تو انسان نیکی کی مستحکم حالت پر قائم رہتا ہے۔

رب کائنات سورہ نجم میں واقعۂ معراج کے حوالے سے فرماتا ہے مازاغ البصر و ما طغیٰ (نہ نگاہ بھٹکی نہ ادھر ادھر اپنی جگہ سے ہٹی) یہ اللہ کے ادب کا بہترین مظاہرہ ہے کہ حضوری کی انتہائی قربت کے باوجود بھی اسکے رسول مکرم و معظم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ادب و بندگی کا پورا حق ادا کیا۔

اطاعت و بندگی تسلیم و رضا کا نام ہے۔ تو ادب یہ ہے کہ اللہ رب العزت اور اسکے رسول جس شئی کا حکم فرمائیں اسے فوراً مان لینا ہی ضروری ہے اور ان کے ہر حکم کو مقدم رکھنا ادب ہے۔ کسی کو بھی اپنی ذات کو کمتر نہ سمجھنا ادب ہے اور ہر شئی کو اللہ کی جانب سے سمجھنا ادب کا تقاضا ہے۔ ہر حال میں اللہ کی رضا میں راضی رہنا ادب کا اعلیٰ ترین مقام ہے۔ حالت رنج و الم میں شکوہ نہ کرنا اور راحت میں آپے سے باہر نہ ہونا ادب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہم سب کیلئے اصول مقرر فرمائے ہیں۔ ماں باپ استاد بزرگوں بچوں اور خواتین کے ادب کی یہ ساری جزئیات اجتماعیت کو صحیح نظام پر قائم رکھنے کیلئے ہیں

اللہ رب العزت اور اس کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار حکم فرمایا ہے کہ سائل کو نہ جھڑکو پھلدار درخت کو نہ کاٹو، بوڑھوں، بچوں اور خواتین کو قتل نہ کرو۔ انکے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ۔ کیوں کہ ان باتوں سے معاشرے میں امن قائم ہوتا ہے اور مخلوق پر سکون رہتی ہے۔

اسلام امن پسند اور خیر خواہی کا دین ہے جس میں معاشرے کے تمام طبقات میں امن و سکون، باہمی رواداری اور ہمدردی کو فروغ دینا ہے۔ ادب اللہ کی مخلوق کے ساتھ احسان کا مرتبہ رکھتا ہے۔ حسن سلوک کی وجہ سے آپس میں محبت و اتفاق اور انس و اخوت

کا رشتہ قیام پاتا ہے مخلوق کے ساتھ حسن سلوک بھی ادب کے زمرے میں آتا ہے۔ ادب جب اپنی انتہا کو پہونچ جاتا ہے تو انس سے گذر کر عشق تک پہونچ جاتا ہے۔ عشق ذہن ودل کو مرکزیت کے آداب سکھاتا ہے۔ مسلمان تعلیمات نبوی کی راہنمائی میں بندگی کے آداب سیکھتا ہے۔ اپنے نفس کے ساتھ ادب یہ ہے کہ تمام بری باتوں سے باز رہا جائے

دین اسلام کی تمام تعلیمات فطرت انسانی کے بالکل اور عین مطابق ہیں۔ یہ دین فطرت ہے اور دین انسانیت ہے۔ دیگر مذاہب کے برعکس اسے خصوصی اور امتیازی مقام حاصل ہے دوسرے ادیان و مذاہب اور تہذیبیں ایسا مکمل ضابطہ حیات پیش کرنے سے قاصر ہیں کہ جس میں ہر انسان کی زندگی کیلئے ایک جامع نظام موجود ہو اور پورے انسانی معاشرہ کی اصلاح کی ضمانت فراہم کی گئی ہو جبکہ مذہب اسلام جو فلسفۂ حیات اور مثالی شریعت اور روشن دستور و قانون پیش کرتا ہے اس کے تناظر میں حیات کے تمام شعبوں کی تعمیر چاہتا ہے۔

اسلام میں زندگی کے لئے ایک جامع نظام موجود ہے۔ دن اسلام خالق کائنات کا پسندیدہ دین ہے۔ اسی کا بھیجا اور نافذ کردہ نظام و ضابطہ ہے اسلامی تہذیب و معاشرت اسلامی ضابطہ حیات کی ترجمان اور انسانی فطرت کی ترجمانی کرتی نظر آتی ہے۔ جبکہ مغربی تہذیب و تمدن مادر پدر آزادی اور اخلاق و مروت سے دوری کا دوسرا نام ہے۔ جہاں اخلاق آداب انسانیت کی جھلک بھی پوری طرح مفقود ہے۔ بلکہ مغربی تہذیب اسلامی تعلیمات سے بغاوت و سرکشی کا دوسرا نام ہے مغرب کا جدید معاشرہ والدین کے حقوق بڑوں کا ادب واحترام چھوٹوں پر شفقت و محبت رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک پڑوسیوں کے ساتھ اچھے برتاؤ کی خوبیوں سے دور ہے اس کے برعکس اسلامی تہذیب معاشرے کے ہر فرد سے بلاامتیاز رنگ و نسل حسن سلوک اور حسن معاشرت سے عبارت ہے مغربی تہذیب میں خاندانی نظام بوڑھے والدین کی خدمت ایثار و ہمدردی دور تک نظر نہیں آتی۔ وہاں کا خاندانی اور معاشرتی نظام کسی کیلئے ایک کامیاب نمونہ ثابت نہیں ہوتا مغربی تہذیب کی اتباع کرنے والے اکثر ناقابل برداشت شرمندگی بھی اٹھاتے ہوئے نظر آہی جاتے ہیں اور جن کی اتباع میں قعر مذلت میں گرتے ہیں ان کے یہاں شرم وحیا اور ادب نام کی کوئی شئی موجود ہی نہیں جبکہ اسلام حسن معاشرت اور حسن اخلاق ادب کا دوسرا نام ہے۔ اس ضابطہ فطرت کو اپنا کر ہر فرد زندگی کے ہر شعبہ میں کامیابیوں سے ہمکنار ہوتا ہے۔ اللہ نے یہ کائنات بنائی اور اسی نے انسان کو اس سرزمین پر آباد کیا ہے۔ اس نے انسان اور بقیہ کائنات کیلئے ایک ہی دین مقرر کیا ہے اور وہ دین اسلام ہے۔ انسان کی کامیابی اسی میں ہے کہ وہ اس دین مکمل کو اپنا لے۔ اور اس کے مطابق اپنی زندگی گذارے۔ مذہب اسلام کے علاوہ کوئی ایسا مذہب نہیں جس کا تجربہ کے ذریعہ تسلیم کیا جانا آسان ہو۔ اور جو ہر میدان میں عقل اور علم کے موافق ہو اور جو تہذیب و تمدن کی دعوت دیتا ہو۔ مذہب اسلام کے سوا کوئی ایسا دین نہیں جس کے اصول میں یہ شامل ہو کہ تمام رسولوں اور نبیوں اور تمام آسمانی کتابوں پر ایمان لایا

جائے۔اسلام کے سوا کوئی ایسا جامع دین نہیں جس میں تمام انسانی ضروریات کا حل موجود ہو اور جس میں نرمی اور بہت زیادہ لچک ہو ،مذہب اسلام تمام اقوام اور وقتوں کے لائق و مناسب ہمہ گیری حیثیت رکھتا ہے اس کے علاوہ کوئی ایسا دین نہیں جس پر عمل کرنا ہر حالت میں آسان ہو۔اسلامی تہذیب میں روحانیت اور مادیت دونوں جمع ہیں اسلام ذات و برادری کے امتیاز کو ختم کرتا ہے اس کے اصول وقوانین تمام انسانوں کیلئے یکساں ہیں آج کی تاریخ میں دنیا میں تیزی کے ساتھ پھیلنے والا مذہب اسلام ہے۔اسلام معاشرے کے ہر فرد خواہ وہ بڑا ہو یا چھوٹا ہر ایک کے حقوق کا محافظ ہے ہر ایک سے حسن معاشرت کی تعلیم دیتا ہے۔

ارشاد نبوی ﷺ ہے۔آپس میں سلام کو رواج دو (مسلم) دوسری جگہ ارشاد ہے گفتگو سے پہلے سلام ہے (ترمذی) لوگوں کے ساتھ رہنے سہنے اور ملنے جلنے کی خوبیاں بیان کرتے ہوئے حضور نبی پاک ﷺ کا ارشاد ہے جو مسلمان عام لوگوں سے میل جول رکھے اور ان کی طرف سے ہونے والی تکلیف دہ باتوں پر صبر کرے تو ایسے مسلمان سے بہتر اور افضل ہے جو الگ تھلگ رہکر زندگی بسر کرے اور لوگوں کی تکالیف پر صبر نہ اختیار کرے (سنن ترمذی) پھر اسی معاشرتی اور تمدنی زندگی گذارنے کے سنہرے اصول کے طور پر ارشاد فرمایا لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آؤ (المعجم الکبیر) دوسری جگہ ارشاد نبوی ﷺ ہے اپنے مسلمان بھائی کے سامنے تمہارا خندہ روئی سے پیش آنا تمہارے لئے صدقہ ہے (سنن ترمذی)

جو ملو اپنے بھائی سے تو مسکرا کے ملو
تمہارے لب کا تبسم بھی ایک صدقہ ہے

جو شخص بھی امن و چین اور سکون کے ساتھ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام پر چلنا چاہتا ہو تو اسکو لازمی طور پر اسلامی اصولوں پر چلنا چاہئے۔

★★★

تاجدار جہاں ملکہ مکن پوری (۱۹۵۵ء)

اس بارش غم کا حشر بتا اے دیدہ پرنم کیا ہوگا
دل ہو کے لہو بہہ جائیگا جب پھر تیرا عالم کیا ہوگا
تدبیر تری اے چارہ گر مانا ہے بہت اچھی لیکن
بیمار کے حق میں امرت بھی ہو جائے اگر سم کیا ہوگا
ہر سمت حوادث کے طوفاں اٹھتے ہیں اگر تو اٹھنے دو
ہے جس میں ارادے کی طاقت وہ جوش بھلا کم کیا ہوگا
انوار چراغ شام پہ جو صدقے ہو مثال پروانہ
کیا اس کو خبر وہ کیا جانے انجام شب غم کیا ہوگا
شیشوں کو سجانے سے پہلے رندوں کو مرتب کر ساقی
میخواروں میں جب تنظیم نہیں میخانہ منظم کیا ہوگا
ٹکرا کے اچانک ساحل سے جس وقت فنا ہو جائیگی
اس وقت خروش ناز ترا اے موج برہم کیا ہوگا
پائی ہے سعادت اے ملکہ نظروں سے بزرگوں کی میں نے
نادان یہ حسن سیرت ہے یہ حسن بھلا کم کیا ہوگا

کچھ سلگتے سوال اوران کے جواب

سوال کیا سلسلہ مداریہ میں اجازت وخلافت مستقل ہے یا اھل رضا کیلئے بطور تبرک؟

سلسلہ بدیعیہ مداریہ میں بیعت. وخلافت ہر قرن وہر صدی میں متواتر ومروج رہی ھے سیرت وسوانح اولیاء کی کتابوں میں شجرات مداریہ و خلفاء قطب المدار سرکار زندہ شاہ مدار قدس سرہ کے احوال خوب ملتے ھیں۔سلسہ رضویہ کے بعض علماء کچھ سالوں سے یہ ھوا اڑانے لگے ھیں کہ سلسلہ مداریہ میں بیعت وخلافت جائز نھیں ھے بلکہ اس سلسلے کے اوراد و وظائف کی اجازت ہی رضویہ سلسلے کے بزرگوں کو ملی ھے ایسا ھی فاضل بریلوی کی طرف منسوب فاضل بریلوی کی. موجودہ فتاوی رضویہ میں بھی کچھ لکھا گیا ہے۔

علماء سلسلہ مداریہ کا ماننا ھے کہ چونکہ فاضل بریلوی کے مجموعہ فتاوی موجودہ فتاوی رضویہ فاضل بریلوی کے وصال کے بہت بعد شدید اختلاف کے دنوں میں شائع ہوا ھے ناقلین کاتبین یا مرتبین میں سے کسی نے اپنی طرف سے سلسلہ مداریہ کے خلاف کچھ باتیں لاحق کردی اسی طرح فتاوی مصطفویہ میں بھی کتر بیونت کیا گیا ھے اور سلسلہ مداریہ سے متعلق مفتی اعظم کے فتوے میں تحریف کی گئی ھے۔

سلسلہ رضویہ کے بعض مبلغین وناشرین نے یہ مزعومہ قائم کر رکھا ھے کہ امام سلسلہ رضویہ اعلی حضرت مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی کو سلسلہ بدیعیہ مداریہ میں بیعت کرنے اور خلافت دینے کی اجازت نھیں تھی بلکہ اس سلسلہ کے صرف اذکار واشغال کی اجازت تھی یہی مزعومہ مفتی جلال الدین امجدی نے بھی قائم کیا ھے اور فتاوی فقیہ ملت جلد دوئم صفحہ 412 پر تحریر بھی کیا ہے۔مفتی امجدی کے اس مزعومہ کا تجزیہ بزرگان خاندان برکاتیہ اور خود فاضل بریلوی کی تحریروں کے آئینے میں ھدیہ ناظرین ھے اور انصاف ودیانت سے پڑھنے اور فیصلہ کرنے کی گزارش ہے۔سب سے پہلے ہم فاضل بریلوی کے اجازت نامے کی کتاب سے یہ ثابت کرنا چاھیں گے کہ خود انھیں سلسلہ بدیعیہ مداریہ میں بیعت وخلافت کی اجازت تھی۔فاضل بریلوی جو سلسہ رضویہ کے امام اور اعلی حضرت ھیں سلسلہ مداریہ میں بیعت وخلافت کا ذکر اپنی کتاب الاجازة المتینة لعلماء بکة والمدینہ میں اسطرح کرتے ھیں۔

خامسا اجزتکم بجمیع سلاسل
الطریقة الانیقة اللتی انا مجاز
بھا و ماذون فیھا بالاستخلاف
لارشاد الخلیفة للخلیقة وھی
الطریقة العلیة العالیة القادریة
البرکاتیة الجدیدة الی ان قال
والسلسلة البدیعیة

یعنی طریقت کے ان تمام دل پسند سلسلوں کی بھی اجازت دیتا ھوں جنکی مجھے اجازت حاصل ھے :جن میں کسی کو اپنا قائم مقام خلیفہ؛ جانشین کرنے کا صاحب خلافت کے ارشاد کے مطابق میں ماذون ھوں وہ سلاسل طریقت یہ ھیں (1) طریقۂ عالیہ قادریہ برکاتیہ جدیدہ (12) سلسلہ بدیعیہ (مداریہ)

الاجازۃ المتینہ الملقب بہ علمائے حرمین کو اجازت نامے مطبوعہ رضا اکیڈمی ممبئی صفحہ 82/83

فاضل بریلوی کے اجازت نامے کی عبارت میں یہ عبارت اھل علم بہت غور سے دیکھیں:

ماذون فیھا بالاستخلاف لارشاد الخلیفة للخلیقة اس عبارت نے تو مفتی امجدی کے مزعومے کی شہ رگ کاٹ دی ہے عبارت میں اجزتکم بجمیع سلاسل الطریقة الانیقه کے ضمن میں دل پسند سلسلوں میں سلسلہ مداریہ بھی شامل ھے جس سے ظاہر ھے کہ دیگر سلسلوں کی طرح سلسہ مداریہ بھی ایک مکمل مستقل سلسلۂ طریقت ھے جس طرح اور چاروں سلسلے ناقص اور عیبی نہیں ھیں انھیں کی طرح سلسلہ مداریہ بھی بےعیب ہے۔و انا مجاز بھا و ماذون بالاستخلاف لارشاد الخلیفة للخلیقة کی قید لگا کر اس مقام پر فاضل بریلوی نے .اپنے مافی الضمیر اور منشا و مراد کو صاف واضح فرمادیا ہے۔اور ظاہر کردیا ھے کہ سلاسل مذکورہ میں بشمول سلسلہ بدیعیہ مداریہ کسی کو اپنا خلیفہ وقائم مقام بنانے کی مجھے اسی طرح اجازت واذن حاصل ھے جیسا کہ ایک خلیفہ دوسرے کو خلافت دیتا ھے اتنی صراحت کے باوجود بھی اگراب بھی کوئی یہ کہتا ھے کہ فاضل بریلوی کو سلسلہ بدیعیہ مداریہ میں بیعت کرنے اور خلافت دینے کی اجازت نہیں تھی بلکہ صرف اوراد و اشغال کی اجازت تھی تو بلا شبہ یہ فاضل بریلوی کے دینی وادبی شعور پر انگلی اٹھانا ھے علمائے ذی فہم کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی کوشش کامیاب نہیں ہوگی۔

اسی الاجازة المتینہ ص100 / 101 پر خود فاضل بریلوی فرماتے ھیں کہ میں انھیں طریقت کے ان تمام سلسلوں کی بھی اجازت دیتا ھوں جن کی مجھے اجازت ھے اور خلیفہ بنانے کا اذن ھے وہ سلاسل طریقت یہ ھیں(1)طریقہ عالیہ قادریہ برکاتیہ جدیدہ

فاضل بریلوی صاف صاف اقرار فرمارھے ھیں کہ طریقت کے ان تمام سلاسل میں مجھے خلیفہ بنانے کا اذن ھےلیکن مفتی امجدی اوران جیسے کچھ حضرات عنادا مداریہ سلسلہ کی مخالفت میں کہے جارہے ھیں کہ فاضل بریلوی کو سلسلہ مداریہ میں بیعت کرنے کی اجازت وخلافت نہیں تھی۔اسے قائل کے منشاء ومراد کے کے خلاف اپنی ضد منوانے کے سوااور کیا کہا جاسکتا ھے ارباب فکر ودانش اور علماء خیر پر یہ بات بھی مخفی نہیں ہوگی کہ اوراد و وظائف کی اسناد کو طریقت وتصوف میں شجرہ وسلسلہ نہیں کہا جاتا ھے۔

شجرہ وسلسلہ کچھ اور ھے اور اسناد، اوراد واشغال کچھ اور ہیں

خاندان برکاتیہ کے بزرگوں نے بڑی دیانت داری کے ساتھ اس امر کو واضح فرمادیا ھے اگر انھیں سلسلہ میں بیعت کرنے کی خلافت ملی ھے تو صاف لفظوں میں تحریر فرمادی ھے اور اگرنھیں. محض اوراد و اشغال کی اجازت ملی ھے تو اسے بھی نقل کردیا ھے آگے ملاحظہ ہو سنہ 1333ھجری کی تالیف مدائح حضور نور المشھور بہ تذکرہ نوری جو فاضل بریلوی کی وفات سے تقریبا سات سال پہلے لکھی گئی ھے جسکا عربی نام تنویر العین من کنز مدائح السید ابی الحسین ھے۔کتاب کا مولف قاضی غلام شبر قادری بدایونی ھیں اور جدید ترتیب کار شہید بغداد جناب اسید الحق قادری بدایونی ھیں واضح ہو کہ ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری نے اپنی کتاب حیات اعلیحضرت میں ایک اخبار کا تراشہ نقل کیا ھے کہ مولانا مفتی حاجی قاری شاہ احمد رضا خان صاحب قبلہ قادری برکاتی بریلوی نے 25صفر 1340ھ مطابق 28اکتوبر 1921یوم جمعہ کو 2بجے انتقال فرمایا مرحوم ایک عرصہ سے علیل وکمزور رھتے تھے (حیات اعلیحضرت مطبوعہ پوربندر جلد دوئم صفحہ 590۔

.اس تحریر سے ثابت ھے کہ تذکرہ نوری نامی کتاب فاضل بریلوی کی حیات ظاہری میں ھی لکھی جاچکی تھی کتاب کے مولف فاضل بریلوی کے ھم عصر تھے مولف تذکرہ نوری اپنے مرشد اجازت و خلافت کی خلافت واجازت کی سند اسطرح نقل کرتے ہیں نقل سند خلافت و اجازت حضور قدس سرہ

اللّٰہ ولا سواہ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعَالَمِيۡنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الۡمُرۡسَلِيۡنَ مُحَمَّدٍ وَّ آلِهٖ اَجۡمَعِيۡنَ

می گوید فقیر حقیر آل رسول احمدی کہ چوں نور دیدہ وسرور سینہ قرة عینی وفواد قلبی سید ابو الحسین احمد نوری ملقب بہ میاں صاحب طول عمرہ وزید قدرہ را اجازت سلاسل خمسہ قادریہ، چشتیہ، ونقشبندیہ، وسہروردیہ و مداریہ قدیمہ و

جدیدہ وقادریہ رزاقیہ وعلویہ منامیہوھم اجازت جملہ اذکار و اشغال و اوراد معمولہ خادان برکاتی بہ ھیچ کہ فقیر را از جناب عموی و مرشدی و مولاء حضرت سید شاہ ابوالفضل آل احمد اچھے صاحب انار اللہ تعالیٰ برھانہ وھم از جناب ابوی وقبلہ گاہی حضرت سید آل برکات ستھرے صاحب نور اللہ تعالی مرقدہ اجازت رسیدہ است دادم ومجاز وماذون گردانیدم ہر کسے کہ ارادۂ بیعت نماید ومرید شود اورا داخل سلسلہ عالیہ نمایند ومرید کنند وموافق استعداد او از ذکر و شغل. وورد خاندانی مامور سازند

والمسئولة من الله سبحانه الاستقامة على جادة اكابر تلك الطريقة والله المستعان و عليه التكلان تحرير تاريخ دوازدهم ربيع الاول 1267ه15جنوری 1851ء. (آل رسول احمدی)

تذکرہ نوری ص150 مطبوعہ تاج الفحول اکیڈمی

علماء کرام اس سند کو بغور پڑھیں یہی وہ سند. خلافت ہے جو بعد. میں فاضل بریلوی اعلیحضرت کو پہنچی ھیاس سند سے ایک بات تو یہ معلوم ہوء کہ فاضل بریلوی کی پیدائش سے پہلے ان کے پیر خانہ میں سلسلہ مداریہ قدیمہ وجدیدہ کی خلافت بیعت اسی طرح جاری وساری تھی جس طرح اور سلسلوں کی خلافت بیعت جاری تھی اور قدیمہ وجدیدہ کی اصطلاح سے جو واقف ھیں وہ سمجھ گئے ھون گے کہ خاندان برکاتیہ میں سرکار سید ابوالبرکات کے اجداد گرامی کو بھی سلسلہ مداریہ کی خلافت حاصل تھی اور سرکار ابوالبرکات کے پیرخانہ یعنی اھل کالپی کو بھی سلسلہ مداریہ کی خلافت حاصل تھی نیز یہ بھی معلوم ھوا کہ یہ خاص خلافت بیعت کی سند ھے نہ کہ اوراد ووظائف کی جیسا کہ مفتی امجدی نے گمان فاسد کیا ھے . ناظرین وقارئین!

دیکھئے! خود ناقل سند خلافت ومولف کتاب کیا فرماتے ھیں؟ آپ رقمطراز ھیں:

''علاوہ اس سند کے جو خاص خلافت سے متعلق بروز جشن ولادت حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم خلافت ھوئی تھی'' (تذکرہ نوری ص151)

دوسری بات یہ ثابت ھوگئی کہ سرکار نوری کو سلاسل خمسہ مذکورہ کی سند خلافت انکے پیر ومرشد نے الگ دی تھی اور جملہ اذکار واشغال واوراد معمولہ خاندان کی اجازت الگ دی جیسا کہ سند کی عبارت سے صاف ظاہر ھے اتنی صاف ستھری پیرخانہ کی وضاحت کے بعد بھی یہ کہنا کہ سلسلہ مداریہ میں بیعت کرنے کی خلافت واجازت نھیں تھی بلکہ صرف اوراد واشغال کی اجارت تھی دن کے اجالے میں آنکھ میں دھول جھونکنے کے مترادف ھے بلکہ اپنے پیروں کو جھٹلانے اور انکی منشاء ومراد سے پھر جانے کی دلیل ھے۔

مجھے امید ھے انصاف پسند علماء کرام اپنی عدالت میں انصاف کا سرا اونچا کریں گے۔تذکرہ نوری میں جو فاضل بریلوی

کے زمانے کی تالیف ھے صاف صاف مرقوم ھے کہ سرکار سیدنا ابوالحسین نوری کو سند خلافت سلاسل خمسہ مذکورہ میں 1267 ھجری میں عطا کی گئی اور اوراد و وظائف اور اشغال واعمال کی اجازت 1275 سے 1280 ھجری کے درمیان دی گئی۔

ملاحظہ ھو حضرت سیدنا ابوالحسین نوری کی نجی ڈائری

مولف تذکرۂ نوری قاضی غلام شبر قادری بدایونی تحریر فرماتے ھیں کہ:

''مرشد کے بیاض شریف دستخطی میں ارقام ھے-در 1267 ھجری دوازدھم ماہ ربیع الاول این فقیر مسمیٰ سید ابوالحسین احمد نوری عرف میاں صاحب بدست حضرت پیر ومرشد جدی سید شاہ آل رسول احمدی مدظلہ تعالیٰ مرید شد وبامر خلافت مامور شد . وشب ھفدھم ماہ مذکور وسنہ مذکور پیر ومرشد برحق بر مسند سجادہ نمایندہ از دست مبارک خود روپیہ نذر گزرانیدند وجائے نشین خود نمودند ھماروز فیض باطنی پیر ومرشد تعلیم رسید . وسال المعظم 1275 ھ(1859ء) میں دعوت سورہ واقعہ, چھل اسماء وحیدری واسمائے اصحاب کہف واسم بدوح وحزب البحر اور 1275 میں بماہ شعبان عمل شجر زر اور 1275 ھ .بماہ ذیقعدہ دعوت اللہ لطیف بعبادہ اور 1273ھ(1856 / 57) میں سیفی کلاں اور 1280ھ(1863) ماہ صفر میں عمل چہار شنبہ اور 1279ھ(1862ء) بشمع, قرشیہ , برھتی, واقعہ صلوٰۃ الختام اور 1280ھ میں ماہ شوال میں بانت العظمت وسی وسہ آیت و

نو دونہ نام، اور حروف تہجی شامل وظیفہ حضور ہوئے۔

اب تو تاریخ بتاریخ وضاحت ہوگئی کہ سلاسل خمسہ بشمول سلسلہ مداریہ کی خلافت بیعت کی اجازت بارہ سو سڑسٹھ 1267ھ میں ہی ہوگئی تھی۔

اور اوراد و اشغال بشمول اوراد مداریہ کی اجازت آٹھ دس سال کے بعد ملی پھر بھی یہ بڑے بڑے مفتی لوگ عوام اھل سنت کی آنکھوں میں دھول جھونک کر سلسہ مداریہ سے اپنا حساب چکارہے ھیں اور ڈھول پیٹ رہے ھیں کہ سلسلہ مداریہ میں بیعت کرنے کی اجازت وخلافت نھیں تھی بلکہ صرف اوراد و اشغال کی اجازت تھی۔یا للعجب!

پیر چیزے می گوید و مرید چیزے دیگر

سلسلہ رضویہ کے امام فاضل بریلوی کو کل تیرہ طریقوں کی اجازت تھی آپ کے خلیفہ ملک العلما ظفر الدین بہاری قدس سرہ اپنی تصنیف حیات اعلیحضرت میں رقم فرماتے ہیں ”اعلیحضرت امام اھل سنت قدس سرہ العزیز اگرچہ عام طور سے سب لوگوں کو طریقہ عالیہ قادریہ جدیدہ میں بیعت کرتے تھے لیکن حضور کو اجازت وخلافت تیرہ طریقوں کی تھی۔اس جگہ اسماء طیبہ جملہ سلاسل عالیہ کا لکھنا مناسب سمجھتا ہوں تاکہ معلوم ہو کہ اعلیحضرت کو کون کون سلسلہ کس کس طریقہ سے پہونچا ہے“ (حیات اعلی حضرت ص 356 مطبوعہ مرکز اہلسنت پوربندر)

شجرات سلاسل لکھتے لکھتے رقم فرماتے ہیں:”دوازدھم سلسلہ عالیہ بدیعہ مداریہ مثل قادریہ جدیدہ تا جمال الاولیا“ آگے پورہ شجرہ مداریہ رضویہ کا اتصال جمال الاولیاء کے آگے اسطرح ہے اعلی حضرت جمال الاولیا کوڑا جہان آباد حضرت شیخ قیام الدین قدس سرہ حضرت شیخ قطب الدین قدس سرہ حضرت سید جلال عبدالقادر قدس سرہ حضرت سید مبارک قدس سرہ حضرت سید اجمل قدس سرہ حضرت عارف اجل بدیع الدین مدارس مکن پوری قدس سرہ حضرت عبداللہ شامی قدس سرہ حضرت شیخ عبدالاول قدس سرہ حضرت شیخ امین الدین قدس سرہ حضرت امیر المومنین علی المرتضی کرم اللہ وجھہ الکریم۔(حیات اعلی حضرت ص375)

مطلب صاف واضح ہے کہ سلسلہ عالیہ بدیعیہ مداریہ اعلیحضرت امام رضویہ کے نزدیک سلسلہ عالیہ قادریہ جدیدہ ہی کی طرح مستقل بافیض جاری وساری ہے اعلیحضرت کے نزدیک سلسلہ مداریہ کا شجرہ اسی طرح با فیض ومفیض ہے جیسے سلسلہ قادریہ کا شجرہ حضرت میر سید محمد ترمذی کالپوی قدس سرہ کی ذات محتاج تعارف نہیں ہے سلسلہ برکاتیہ کے اجداد اور مورث اعلی کے پیر ہیں آپ سے متعلق ماثر الکرام فی تاریخ بلگرام مترجم مطبوعہ رضا اکیڈمی میں علامہ غلم علی آزاد بلگرامی فرماتے ہیں” کہ سید محمد ترمذی کالپوی نے شیخ جمال اولیاء سے چشتی عالی طریقے میں بیعت کی اور قادری سہروردی اور مداری سلسلوں کی اجازت پائی حضرت شیخ نے انہیں اپنی خاص لحاظ عنایتوں سے نوازا اور وہ امانتیں جو چاروں سلسلوں کے مشائخ سے آپ کو پہنچی تھیں سبھی میر صاحب کے حوالہ کردیں۔ (ماثر الکرام ص146 مترجم رمضان قادری واحدی)

میر سید احمد کالپوی قدس سرہ نے اپنے والد سید محمد کالپوی سے سلسہ مداریہ کی امانتیں لیکر خاندان برکات کو کس طرح عطا کیں ملاحظہ فرمائیں علامہ آزاد بلگرامی لکھتے ہیں:

”میر سید احمد کے سچے جانشین شاہ فضل اللہ نیفرمایا ہے کہ حضرت سید نے اپنے وصال کے وقت صاحبزادگان کو وصیت فرمائے کہ تمہارے باپ اور دادا کے خلفاء بہت ہیں۔اگر خاص لوگوں کی درویشی مطلوب ہے تو میر سید لطف اللہ (عرف لدھا شاہ) کی صحبت کو غنیمت جانو شاہ فضل اللہ نے یہ بھی فرمایا کہ سید احمد کے میخانے کی خالص شراب شاہ لدھا نے پی ہے باقی لوگوں نے تو تلچھٹ چکھی ہے سید العارفین (شاہ لدھا بلگرامی) خرقہ خلافت اور پانچوں سلسلوں چشتیہ، قادریہ، نقشبندیہ، سہروردیہ، مداریہ اور بہت سی امانتیں ساتھ لے کر واپسی کی اجازت پاکر بلگرام شریف تشریف لائے“۔ (ماثر الکرام صفحہ177)

ناظرین دیکھیں سلسلہ مداریہ کی اجازت وخلافت کا فیض کس طرح مشائخ برکاتیہ کے اکابر میں عام وتام ہے اور بریلی شریف مارہرہ بلگرام، کالپی اور کوڑا جہان آباد شریف کے مشائخ کے یہاں جاری ساری اور رائج ومروج ہے مجھے امید ہے کہ علمائے کرام مشائخ عظام چند لوگوں کے پیدا کردہ شبہات سے نکل کر سلسلہ عالیہ مداریہ کی روشن حقیقت سے آگہی حاصل کریں گے اور اس کے فیضان سے افادہ واستفاضہ کریں گے۔واللہ الموفق وعلیہ التکلان

کتبہ

ابوالحماد محمد اسرافیل حیدری مداری صدر شعبہ افتاء
ورئیس المدرسین مرکزی ادارہ جامعہ عربیہ مدار العلوم دار النور مکن پور شریف
ضلع کانپور نگر یوپی انڈیا موبائل نمبر:9793347086

صفحہ 53 باقی

کی کامیابی ہے خدا کے علاوہ وہ ہر ایک سے بیزار ہیں خدا کی رضا ہی کے وہ طلبگار ہیں۔خوف خدا ہی ان کے سینوں میں لاخوفٌ علیہم کا مزاج پیدا کرتا ہے چنانچہ اسی طرح کی ایک روایت حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے تعلق سے صاحب تذکرۃ الاولیاء نے بیان فرمائی ہے کہ جب حضرت عمر وعلی رضی اللہ عنہما دونوں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا عطا کردہ لباس لے کر گئے امت مصطفےٰ کیلئے دعا کی درخواست پیش کی اس کے بعد وقت واپسی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کوئی وصیت کرنے کیلئے فرمایا تو حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے عمر تم خدا شناس بنو تو اس سے زیادہ افضل اور کوئی وصیت نہیں کہ تم خدا کے سوا کسی کو نہ پہچانو پھر پوچھا کہ اے عمر کیا اللہ تعالیٰ تم کو پہچانتا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں حضرت اویس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بس خدا کے علاوہ تمہیں کوئی نہ پہنچانے یہی تمہارے لئے افضل ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا شناسی ہی انسان کی کامیابی کی ضمانت ہے اور صوفیاء اسلام بھی خدا ترس اور خدا شناس ہی ہوتے ہیں کسی اور کی شناسائی کی حاجت رکھتے ہیں اور نہ ضرورت دنیا ومافیہا کی غضب وناراضگی ان کے لئے بے سود وبے ضرر ثابت ہوتی ہے۔افضل الاعمال الحب فی اللہ والبغض فی اللہ (یعنی تمام اعمال میں سب سے بہتر یہ ہے کہ اللہ کے لئے محبت ہو اور اللہ کے لئے بغض ہو) کے مطابق زندگی بسر کرتے ہیں۔منہج صوفیاء ہی دعوت اسلام کی نشر واشاعت کا بہترین ذریعہ ہے چنانچہ دعوتِ اسلام کا تعلق اولوالعزم صوفیاء کرام سے ہے مثلاً سیدنا حسن بصریؒ، سیدنا حبیب عجمیؒ، سیدنا بایزید بسطامیؒ، سیدنا جنید بغدادیؒ، سیدنا مدار العالمین، سیدنا غوث اعظمؒ، سیدنا خواجہ غریب نوازؒ، سیدنا جمال الدین جانمن جنتیؒ، سیدنا بابا فرید الدین گنج شکرؒ، سیدنا مخدوم اشرف سمنانی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا منہج دعوتِ حق وارشاد ہے مذکورہ بزرگوں میں کچھ امامت طریقت کا درجہ رکھتے ہیں اور کچھ سالکین کا مگر دعوت الی الحق سب کا مجموعی کام اور نصب العین رہا ہے۔بطور تمثیل ہم ذیل میں کچھ بزرگوں کی دعوت کی جھلکیاں پیش کررہے ہیں تاکہ عنوان اسم بامسمّٰی ہوسکے۔

(۱) حضرت شمس الافلاک فرد الافراد سرکار سرکاراں سیدنا سید بدیع الدین احمد قطب المدار رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں کہ جن کا منہج تبلیغ سب سے منفرد اور جداگانہ معلوم ہوتا ہے مثلاً چہرے پر سات سات نقابیں ڈالے رہنا اور ہر وقت لسان وزبان سے انسان کے دعوتِ حق قبول نہ کرنے یک صورت میں ایک یا دو نقاب چہرے سے اٹھالینے پر لوگوں کا بے اختیار سجدے میں گر جانا اور اسلام قبول کرلینا۔تبلیغ وارشاد کا بہترین طریقہ ہے علاوہ ازیں چھ چھ ماہ تک سانس روکے رکھنا جس کی وجہ سے لوگ تعجب میں پڑجاتے تھے اور کلمۂ حق پڑھ لیتے تھے، پوری عمر کچھ نہ کھانا اور پینا جسے دیکھ کر لوگ آپ کے گرویدہ ہوجاتے تھے اور داخل اسلام ہوجاتے تھے، ایک سفید لباس جس پر نہ مکھی بیٹھتی اور نہ ہی وہ میلا و پرانا ہوتا تھا۔جس کو زندگی بھر کبھی تبدیل کرنے کی حاجت ہی نہیں پیش آئی۔ان تمام خصوصیات کی متحمل شخصیت کو دیکھ کر خلق خدا کا ہجوم لگ جاتا تھا اور لوگ کشف وکرامات دیکھ کر داخل حسنات وبرکات ہوتے چلے گئے۔

(۲) سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس کی ولایت اور کرامت، تقویٰ وطہارت کو دیکھ کر لوگ اسلام کی دعوت کو قبول کرتے چلے گئے

(۳) خواجہ معین الدین چشتی حسن سنجری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں کہ جن کی سیرت اسوۂ رسول کا آئینہ تھی کثرت سے کرامتوں کا ظہور ہونا جیسا کہ ایک کوڑے میں پورے اناساغر کا پانی سما جانا، اونٹ بیٹھنے کے بعد نہ اٹھ پانا اور جادوگروں کا عاجز آجانا یہ تمام کشف وکرامات ہی تبلیغ وارشاد کا سبب تھا

(۴) مخدوم اشرف سمنانی جو سمنان کے بادشاہ تھے اس کے باوجود بھی آپ نے فقیری کو چنا اور پوری دنیا کا گشت کیا کشف وکرامات کا ظہور ہوا۔اسوۂ سرکار کو اپنایا خدا کی عبادت کو اپنی زندگی کا مشغلہ بنایا۔انہیں صوفیاء اسلام کی محنتوں اور کاوشوں سے دین اسلام آج گھر گھر پھیلا ہوا ہے۔

☆☆☆

QUARTERLY
RAHBARE NOOR
R.N.I.No. UPURD/054331/1347785/2019
MAKANPUR SHARIF, KANPUR, INDIA Pin Code 209202

سلطان الہند ولی کامل عارف باللہ

حضور خواجہ سید معین الدین چشتی اجمیری سنجری رضی اللہ عنہ

کے

عرس پاک کے

پرمسرت موقع پر

ادارہ رہبر نور جملہ علماء ومشائخ مداریہ وتمام سجادگان، پیرزادگان
مکنپور شریف کی جانب سے عالم اسلام کو دلی مبارکباد پیش کرتا ہے۔

ہماری ویب سائیٹ
www.hayyulmadar.com

CHEIF EDITOR : ABUL MASHARAB SYED MUQTIDA HUSAIN JAFRI
Head Office : P.O. Makanpur Sharif, Kanpur Nagar India - 209202
Please Contact us : 995667119, 8737967832
6394344966, 9760422993, 8840701867

Insha Printers, Kanpur : 8795601301